دو ماہی سلسلہ مطبوعات

سُبحان مَن زیَّن الرِّجال باللُّحیٰ

پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھیوں سے زینت بخشی!

ڈاڑھی کی شرعی حیثیت

تہذیب جدید کی ڈاڑھی کے برخلاف مہم پر دین فطرت کی ایک کاری ضرب

مع اضافات

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ
مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر

ادارۂ عثمانیہ (رجسٹرڈ) ۳۲ مین بازار پرانی انارکلی

DATA ENTERED

297.6
ط 55 ڈ
68563

پاکستان میں کتاب ہذا کے حقوق اشاعت باجازت مولانا محمد سالم صاحب مالک
وناظم ادارہ تاج المعارف دیوبند ادارۂ عثمانیہ لاہور کو حاصل ہیں

دوماہی پروگرام ادارۂ عثمانیہ لاہور کی ساتویں کتاب

68563 "ڈاڑھی کی شرعی حیثیت"

سائیکلو دوماہی ——— مارچ ۱۹۶۲ء

قیمت ——— دو روپے پچیس پیسے

مطبوعہ ——— (باہتمام شفیق احمد صدیقی پنجاب نیشنل پریس لاہور

زیرنگرانی

قاری افتخار احمد قیصر عثمانی ناظم ادارہ واستاذ دارالعلوم الاسلامیہ - لاہور

ضروری بات

معاونین کرام خط و کتابت کے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں۔ جو آپ کے پاس پہونچنے والی وی پی پر درج ہوتا ہے حوالہ نمبر کے بغیر معاونین حضرات سے خط و کتابت میں کارکنان ادارۂ کو دشواری پیش آتی ہے اور جواب میں تاخیر لازمی بات بنجاتی ہے براہِ کرم حوالہ نمبر کا ضرور خیال رکھیں۔

(مینیجر ادارہ)

Marfat.com

حرفِ آغاز

ڈاڑھی کی شرعی حیثیت دورِ حاضر کے ان مسائل میں سے ایک مستقل مسئلہ ہے کہ جسکو مسلمانوں کے عام غیر اسلامی ذوق نے غیر معمولی اہمیت دیدی ہے اسلامیت اور مسلمانیت کی اس باوقار علامت سے نہ صرف یہ کہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ صرفِ نظر کر کے اپنے جمالیاتی ذوق کی تکمیل کیجا رہی ہے بلکہ اب تو اسکی مشروعیت کو بھی غیر ضروری قرار دینے کے دلائل مہیا کرنے کی سعی کیجانے لگی ہے۔ یہ مسئلہ آج کے دور میں نہ اس کا محتاج ہے کہ ہم اس کا پہلے تعارف کرائیں اور اس پر رائے زنی کریں اور نہ اس کا کہ پیش نظر کتاب کی موجودگی میں ہم اصل مسئلے پر کچھ لکھیں ہم تو قارئین کرام سے اسکی درخواست کرتے ہیں کہ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت کو اپنے ذوق، زمانہ کے رواج اور سوسائٹی کے تقاضوں سے ہٹ کر محض اسلامی حیثیت سے اور مسلمانیت کے نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں اور سمجھنے کی کوشش فرمائیں ہمیں یقین ہے کہ دلائل وجوہ کی حد تک یہ کتاب اس مسئلہ پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے اور ہم جناب باری میں دست بدعا ہیں کہ عامۃ المسلمین کے لئے یہ کتاب آج کی بے راہ روی کے دور میں مشعلِ ہدایت ثابت ہو آمین۔

احقر افتخار احمد قیصر عثمانی
ناظم ادارہ و استاذ دار العلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور

Marfat.com

ادارۂ عثمانیہ کا پہلا سال

اور معاونین کا تعاون

ادارۂ عثمانیہ اپنے دو ماہی پروگرام کے تحت نذر قارئین کرنے بعد پہلا سال حق تعالیٰ کی مدد اور معاونین کے تعاون سے نہایت کامیابی، نیکنامی، اور پابندی وعدہ کی مکمل پابندی کے ساتھ پورا کر چکا ہے۔ ڈاڑھی کی شرعی حیثیت اور "رؤیا الطیّب" دو کتب دو جلدوں میں ایک ہی پروگرام میں ادارہ نے ایک سال میں چھ کتب "آفتاب نبوت حصۂ اوّل" "آفتاب نبوت حصۂ دوم" "اجتہاد اور تقلید" "انسانیت کا امتیاز" اور کائنات روحانی دریث جلد" "علم غیب کا مسئلہ" "اسلام کا اخلاقی نظام" اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، ایک سال کے قلیل عرصہ میں چھ کتب کی پیشکش ایک چھوٹے سے ادارہ کیلئے بڑی زبردست اہمیت رکھتی ہے ہم تحدیث نعمت اور شکر خداوندی کے ساتھ ان معاونین کیلئے دعائے خیر وفلاح کرتے ہیں کہ جن کے مخلصانہ تعاون نے عالم اسباب میں ہمارے لئے عظیم الشان سہارا مہیا کیا۔ ادارہ خاص طور پر ان حضرات معاونین کا

Marfat.com

شکر گذار جو خود ممبر بنے اور اپنے اعزا اور احباب کو بھی اس طرف توجہ دلائی اور ان کے مکمل پتوں سے ادارہ کو نوازا۔

معاونین کرام کی ان ہی بیش بہا توجہات کے سہارے آئندہ سال بھی ادارہ باوجود موجودہ دور کے نامساعد حالات کے اپنی مثالی جرأت و حوصلہ، کے ساتھ اپنے مجوزہ پروگرام کی تکمیل کرنا چاہتا ہے جس میں معاونین کی بیش از بیش اعانت و نصرت کی بہرگام ضرورت ہے۔

لہٰذا خود معاون بننے کے ساتھ اپنے حلقہ اثر کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں معاون بنانے کی کوشش کریں ادارہ کو اس طرح ترقی اور مدد دینے کا دوسرا نام تبلیغ دین اور اشاعت علوم نبوی کے انوکھے طریقے کو چار چاند لگانا ہے۔ فاللہ یجزیکم بخیر و نعمۃ

احقر الانام ابو الحیا۔ قیصر عثمانی

ناظم ادارہ و استاذ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

Marfat.com

ادارہ عثمانیہ

اپنے معاونین کرام کی خدمت میں بصد خلوص و نیاز

عید سعید

کے

مبارک موقعہ پر ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتا ھے

گر قبول افتد زھے عز و شرف

منجانب

ناظم و اراکین ادارہ عثمانیہ رجسٹرڈ ۔ لاہور

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حرف آغاز	۳
۱	ڈاڑھی کی شرعی حیثیت	۹
۲	ڈاڑھی ایک مستند اور مستمر عمل ہے	؍؍
۳	ڈاڑھی کے بارہ میں غلط روی اور اس کا منشا	۱۰
۴	ڈاڑھی کی مقدار کے بارہ میں تخیلات	۱۴
۵	جمال پسندی انسانی فطرۃ اور خدائی شریعت ہے	۱۶
۶	جمال ظاہر و باطن کا معیار اسوۂ نبوی ہے	؍؍
۷	ڈاڑھی کے ثبوت کے چار طریقے	۱۷
۸	ڈاڑھی رکھنا فطری جذبہ ہے	۱۹
۹	ڈاڑھی رکھنا کسی دلیل کا محتاج نہیں	۲۰
۱۰	مؤاخذہ ڈاڑھی نہ رکھنے پر ہو سکتا ہے رکھنے پر نہیں ہو سکتا۔	۲۳
۱۱	ڈاڑھی قومی زندگی کی علامت ہے اور اسکا صفایا مردنی کی دلیل ہے	۲۵
۱۲	سنت کی اصطلاحی حیثیت سے ڈاڑھی ہونیکا ثبوت سنت کی لفظی حیثیت سے ڈاڑھی ہونیکا ثبوت	۲۸
۱۳	سنت کی نوعی حیثیت سے ڈاڑھی کے ضروری ہونیکا ثبوت	۳۲
۱۴	سنت بقاء واجب کا ذریعہ ہے	۳۳
۱۵	سنت تحصیل واجب کا بھی وسیلہ ہے	۳۵
۱۶	ڈاڑھی پر اجماع انبیاء۔ ڈاڑھی اور تعامل انبیاء	۳۷
۱۷	ڈاڑھی تمام ادیان و شرائع میں ضروری ہے ڈاڑھی تمام اقوام وملل کا متفقہ فیصلہ ہے	۳۷و۳۸

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	ڈاڑھی کے وجوب کا استنباط	۳۸
۱۹	ڈاڑھی کا وجوب صیغہ امر سے	۳۹
۲۰	ڈاڑھی کا وجوب لفظ امر سے	۴۱
۲۱	منفی پہلو یعنی ڈاڑھی نہ رکھنے کی ممانعت اصولی رنگ سے	۴۳
۲۲	ڈاڑھی نہ رکھنے کی ممانعت صریح الفاظ میں	۴۵
۲۳	ڈاڑھی بڑھانا طاعت اور منڈانا معصیت ہے	۴۸
۲۴	ڈاڑھی نہ رکھنے میں معصیت کے دو پہلو	۵۱
۲۵	ڈاڑھی نہ رکھنا عورتوں کی ساتھ مشابہت پیدا کرنا ہے	۵۲
۲۶	ڈاڑھی کا جدا کرنا قابل تاوان جرم ہے	۵۴
۲۷	ڈاڑھی رکھنے کے وجوب کی ایک دوسری دلیل	۵۵
۲۸	ڈاڑھی پست کرنا تغیر خلق اللہ میں داخل ہے	۵۶
۲۹	ڈاڑھی کی شرعی مقدار	۶۱
۳۰	کیا یہ مقدار قبضہ (ایک مشت) شرعی مقدار ہے	۷۷
۳۱	ڈاڑھی کی مقدار کے بارہ میں امت کا عمل اور فقہاء کی تصریحات	۸۹
۳۲	شکیوں کے شبہات	۹۲
۳۳	جواب کی تفصیل	۹۴
۳۴	منکرین ڈاڑھی کی حیلہ جوئیوں کے مختلف ڈھنگ	۱۰۸
۳۵	خاتمہ کلام	۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

داڑھی کی شرعی حیثیت

سُبحان من زین الرجال باللحی وزین النساء بالذوائب

(پاک ہے وہ ذات جس نے آراستہ کیا مردوں کو داڑھیوں سے اور عورتوں کو مینڈھی چوٹیوں سے)

تمہید

داڑھی ایک مستند اور مستمر عمل ہے

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

داڑھی رکھنے نہ رکھنے کا مسئلہ اسلامی نقطۂ نظر سے جس قدر واضح، بدیہی، سادہ، اور سہل العمل تھا آج کے دور ہوا و ہوس نے اُسے اتنا ہی مشکل، پیچیدہ، اور معرکۃ الآراء بنا دیا ہے عقل سلیم اور نقل صحیح کی قوۃ اس کی پشت پر تھی، تعامل سلف کی طاقت اس کے دائیں

Marfat.com

باتیں تھی۔ اور پیروئی خلف کی مدد اس کے آگے پیچھے تھی ان قوتوں سے یہ مسئلہ ایک مضبوط اور محکم قانون اور مستند رواج یا سنت حسنہ کی صورت سے قرون امت پر چھایا ہوا تھا۔ اگر اس مسئلہ کو انہی میزانوں میں تول تول کر دیکھا جاتا رہتا تو اس میں کوئی بھی پیچیدگی رونما ہو سکتی لیکن جبکہ خارجی اثرات اور ایک فاسقانہ تمدن کے ماحول میں رائے خالص اور ہوائے نفس سے اس کا جائزہ لیا جانے لگا تو قدرتاً مسئلہ کی شرعی حیثیت مشتبہ اور بے بصیرت قلوب سے اوجھل ہو گئی۔ جس کا طبعی نتیجہ وہی پیچیدگی تھی جو پیدا ہوئی۔ اور لوگ جہل و حیرت اور کجرائی کا شکار ہو گئے۔

ڈاڑھی کے بارہ میں غلط روی اور اسکا منشا

اس پیچیدگی اور تحیر کا نتیجہ بے عملی کے ساتھ ساتھ دور از کار سوالات اور شک آمیز بلکہ شک انگیز استفسارات کی صورت میں برآمد ہوا۔ چنانچہ ہمیں بھی اس قسم کے چند سوالات موصول ہوئے جو کسی جویائے عمل کی طرف سے نہیں سمجھے جا سکتے بلکہ ایک عمل سے کتراتے ہوئے اور اپنی بے عملی کی پردہ پوشی کے لئے کٹ حجتیوں کے متلاشی انسان کی طرف سے ہو سکتے ہیں۔ سوالات یہ ہیں۔

(۱) ڈاڑھی منڈانے یا کترانے کے معصیت ہونے کی کیا دلیل ہے؟

Marfat.com

(۲) ڈاڑھی کی مقدار قبضہ (بقدر یکمشت یعنی ایک مٹھی) کے واجب یا سنت مؤکدہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟

سوالات سے خود ہی واضح ہے کہ سائل کو عمل مقصود نہیں صرف الجھنا الجھانا اور حیلہ جوئی یا بہانہ تراشی پیش نظر ہے کیوں کہ ڈاڑھی رکھنے کے ثبوت یا مسئلہ کی نوعیت کا سوال نہیں کیا گیا جو ایک جویائے عمل کیا کرتا ہے تاکہ نوعیت مسئلہ اور اس کا ثبوت ملتے ہی وہ عمل کے میدان میں اتر پڑے۔ بلکہ اس کی خلاف ورزی کے معصیت ہونے کا ثبوت مانگا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسئلہ کی نوعیت کا ثبوت تو سائل کے ذہن میں ہے، ورنہ اس سے آگے کی بات یعنی خلاف ورزی کے معصیت ہونے کی دلیل نہ پوچھی جاتی۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہے کہ سائل کے ذہن میں خلاف ورزی اور ترک عمل بھی طے شدہ ہے اسی لئے مطالبہ ہے تو اس کا کہ یہ خلاف ورزی اور معصیت شرعاً کس درجہ کی ہے؟ گویا اگر معمولی سی ہے تب تو معصیت کو چلنے دیا جائے ورنہ پھر کوئی اور حیلہ سوچا جائے جس کا حاصل وہی الجھنا الجھانا اور عمل سے بچنے کے لئے حیلہ جوئی اور بہانہ تراشی کی منزلیں طے کرتے رہنا ہے۔ نیز سوال میں خود اپنی طرف سے پہلے ہی متعین کر کے تخصیص کے ساتھ یہ پوچھنا کہ ڈاڑھی کی مقدار کے واجب یا سنت مؤکدہ

Marfat.com

ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اسی کی دلیل بن سکتا ہے کہ سنت مؤکدہ سے نیچے کے درجات خواہ وہ سنت مطلقہ ہوں یا مستحب اور افضل اولیٰ مسائل کے ذہن میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے کہ وہ قابل عمل یا قابل التفات بھی ہوں گویا شرعی عمل کا زینہ ہی اُس کے یہاں واجب سنت مؤکدہ سے شروع ہوتا ہے جو قریب واجب ہی کے ہوتی درحالیکہ شرعی نقطۂ نظر سے سنت و مستحب اور افضل و اولیٰ بھی شریعت کے ثبوت ہی کی صورتیں ہیں مگر ان کی تلاش جو یائے عمل کو ہوتی ہے بیزارِ عمل کو نہیں۔ بلکہ ایک متلاشی عمل کو تو اپنی حرصِ عمل سے اگر تلاش ہوتی ہے تو اس کی کہ یہ عمل ممنوع یا معصیت تو نہیں؟ اگر ممنوع ثابت نہیں ہوتا تو وہ اپنا ذوق عمل اور شوق تعمیل پورا کرنے کے لئے اس کی اباحت ہی کو کافی حجت سمجھ لیتا ہے استحباب و سنت وغیرہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ پس عمل کے متلاشی کے لئے ثبوت کا کم سے کم درجہ بھی کافی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمل کی گنجائش تلاش کرتا ہے بدعملی کی نہیں۔ لیکن بیزارِ عمل اپنی بے عملی کے لئے گنجائش ڈھونڈھتا ہے کہ ذرا سا بھی حیلہ مل جائے تو وہ اپنی بدعملی پر جواز کا پردہ ڈال کر لوگوں کے سامنے اپنی ذہنی خفت و شرمندگی کو ہلکا کر لے۔ اس لئے وہ اپنے ذوق بے عملی سے مغلوب رہتے ہوئے مسئلہ کے ثبوت

Marfat.com

...کے تو بڑے سے بڑے درجہ کو بھی کافی نہیں سمجھتا لیکن مسئلہ کے ...بے سند بنانے کے لئے چھوٹے سے چھوٹے شبہ کو بھی حجت کا ...رجہ دینے پر آمادہ رہتا ہے اس لئے بدعملی کے سلسلہ میں اسے ...ر ثبوت درکار ہوتا ہے تو خلاف ورزی اور جرم کی نوعیت کا تاکہ ...بہ کی گنجائشیں نکال کر اپنے حق میں اس بدعملی اور معصیت کی وجہ جواز ...ے اپنے دل کو بہلاتا رہے نہ کہ مسئلہ کے ثبوت کی نوعیت کا۔ غرض ...کسی جویائے عمل کی طرح یہ نہیں دیکھتا کہ عمل پر اسے کتنا ثواب ملے گا؟ ...ر کم بھی ملے تو اسے بھی نہ چھوڑے کہ جنت میں ایک کوڑی کی جگہ ...ی دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی بدعملی پر ...زا کس درجہ کی مرتب ہوگی؟ اگر ہلکی اور معمولی قسم کی ہو تو اسے اس وقتی ...ذت بدعملی کی خاطر گوارہ کر لے تاکہ حظ نفس میں خلل نہ پڑے اور اگر شدید ...سم کی ہو تو اسے کسی نہ کسی حجت کی آڑ لے کر اپنے سے ہٹا ہوا سمجھ لے تاکہ بے ...کری سے بدعملی کی نفسانی خواہش پوری ہوتی رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی ...عملی کے لئے حجت تلاش ہوئی نہ کہ عمل کے لئے اس نفسیاتی ...روگ کے تحت سائل نے ڈاڑھی کے مسئلہ میں سوال اس کے ...بوت کا نہیں کیا جس سے عمل کا تعلق ہوتا بلکہ معصیت کے ثبوت کا ...کیا جس سے بدعملی کا تعلق ہے۔

Marfat.com

ڈاڑھی کی مقدار کے بارہ میں تخیلات

ایسے ہی ڈاڑھی کی مقدار کے بارہ میں بھی سائل نے اگر ثبوت مانگا تو اپنی طرف سے اسکی اپنی نوعیت متعین کر کے کہ وہ واجب یا سنت مؤکدہ ہونی چاہئے جو قریب بواجب ہے۔ یعنی سوال یہ نہیں ہے کہ ڈاڑھی کی مقدار یک مشت کے مطلوب شرعی ہونے کی کیا دلیل ہے؟ بلکہ یہ ہے کہ اس کے واجب ہونے کی کیا دلیل ہے یعنی واجب سے کم درجہ پر وہ راضی ہی نہیں ہے کہ اسے حجت کا درجہ دے بالفاظ دیگر گویا واجب یا سنت مؤکدہ سے نیچے کے مراتب جیسے سنت محضہ یا مستحب یا اولیٰ وافضل وغیرہ حکم کے شرعی مراتب ہی نہیں ہیں یا ہیں تو قابلِ التفات نہیں ہیں۔ درحالیکہ شریعت نے ترک فرض پر عذاب، ترک واجب پر عتاب، ترک سنت پر ملامت اور ترک مستحب پر تقلیل لطف وعنایت کی دھمکی دی ہے جس سے ان سب کا مطلوب العمل ہونا واضح ہے جیسا کہ فقہاء نے اصول میں اسے ثابت کیا ہے باقی فرض وواجب اور سنت ومستحب کا یہ فرق درحقیقت ان احکام کے فقہی مراتب اور نظری درجات کا فرق ہے جس سے ان کے ضروری العمل ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان میں سے کسی ایک کے غیر ضروری العمل یا غیر مطلوب العمل ہونے کا دعویٰ اپنا ذاتی نظریہ ہوگا شرعی تحقیق نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

بہرحال ان مذکورہ سوالات کا منشاء خود سوالات کی عبارت سے جہانتک کھلتا ہے وہ سائل کا داعیۂ عمل نہیں بلکہ جذبۂ بے عملی اور اس کی پردہ داری کے لئے حیلہ جوئی نکلتا ہے۔ اندریں صورت جواب کے لئے دل نہیں اُٹھتا تھا کہ کیوں خوامخواہ دماغ کو سوہان لگائی جائے اور وقت کا خون کیا جائے۔ ہم محنت کر کے مسئلہ کی تحقیق پیش کریں اور وہ احتمال آفرینی سے ذرا ذرا سے حیلوں سے اُسے مشکوک بنانے کی کوشش کریں جس سے علم کی بھی بے قدری ہو اور اپنی محنت بھی اکارت جائے۔

لیکن یہ سمجھتے ہوئے کہ اس قسم کی حیلہ جوئیوں اور بہانہ سازیوں کی مسلسل کوشش سے کہیں سادہ ذہن لوگ شکوک میں مبتلا ہو کر رہے سہے عمل کو بھی خیر باد نہ کہہ دیں۔ بالخصوص اس دور میں جبکہ ترک عمل کے لئے معمولی سا حیلہ بھی ایک بہانہ ہوتا ہے، اور عمل کے لئے قوی سے قوی ثبوت مضبوط سے مضبوط دلیل اور سخت سے سخت تاکید بھی بے اثر رہ جاتی ہیں دل نے گوارہ نہ کیا کہ اس بارہ میں قلم و کاغذ اور خامہ فرسائی میں بخل سے کام لیا جائے گو علمی میدان میں اپنے سے بوجہ ضعف استعداد کچھ بن نہیں آتا کہ

من ہیچم و کم از ہیچ بنیادے
از ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے

Marfat.com

"تاہم جس قدر بھی اپنی بضاعۃ مزجاۃ کام دے سکتی تھی اس سے دریغ نہ کرتے ہوئے ان سوالات پر تحقیق والزام دونوں نوعیتوں سے کلام کیا گیا ہے جو ان اوراق میں ہدیۂ ناظرین ہے۔

جمال پسندی انسانی فطرۃ اور خدائی شریعت ہے

سوالات مذکورہ کے اصل جواب سے پیشتر اتنی گذارش محل مقصود نہیں بلکہ معین مقصود ہوگی کہ جمال پسندی یا ظاہر آرائی طبعی ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی بھی ہے یعنی جیسے ظاہری شائستگی وتہذیب اور بدن کو تجمل کے ساتھ رکھنا اور دیکھنا انسان کا طبعی جذبہ ہے جس سے دنیا کی کوئی قوم اور کسی قوم کا کوئی طبقہ شہری ہو یا دیہاتی نیک ہو یا بد مومن ہو یا کافر مستثنیٰ نہیں ایسے ہی شریعت اسلام نے بھی اس جذبہ کو پامال نہیں کیا بلکہ باقی رکھتے ہوئے حسن ظاہری اور جمال ہیئۃ کو پسند کیا ہے۔

جمال ظاہر و باطن کا معیار اسوۂ نبوی ہے

فرق اتنا ہے کہ مادی قسم کے انسان اس جمال کے حسن وقبح کا معیار اپنی طبعی خواہش یا زیادہ سے زیادہ رواج اور قومی روایات کو سمجھتے ہیں اور منہاج انبیاء پر چلنے والے اس کی خوبی وخرابی کا معیار اسوۂ انبیاء کو جانتے ہیں ان کے نزدیک اس جمال کے حسن وقبح کی کسوٹی ہوئی نہیں بلکہ ہُدیٰ ہے جس کا دوسرا نام سنّتِ انبیاء ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر ہیئۃ کے لئے ایک

Marfat.com

حقیقت ہے جس سے ہئیۃ کا ظہور ہوتا ہے اور ظہور کے بعد یہی ہئیت پھر اس حقیقت پر اثر انداز ہوتی ہے جس سے یہ حقیقت باطن انسان میں جم کر جڑیں چھوڑ دیتی ہے اور ایک ملکۂ راسخہ بن جاتی ہے جس سے پھر ظاہری ہئیۃ کے افعال بآسانی سرزد ہونے لگتے ہیں اور آدمی کا ظاہری جمال خود بخود ہی مطلوبہ شائستگی کی راہ ہو لیتا ہے اس لئے شرعاً جمال کی وہی ہئیتیں پسند کی گئی ہیں جو اچھی ہی حقیقتوں سے نکلی ہوئی ہوں اور پھر اچھی ہی حقیقتوں کو دل میں راسخ اور پائیدار بنائیں اور اس سے کسی کو بھی انکار نہ ہوگا کہ یہ اچھی حقیقتیں کمال حسن وخوبی کے ساتھ اگر کسی طبقہ میں ساری کی ساری جمع ہیں تو وہ طبقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے جو بلاواسطہ اس حقیقۃ الحقائق سے مستفید ہوا ہے جو ساری خوبیوں اور اچھی حقیقتوں کا سرچشمہ اور ہر عیب ونقص سے بری و منزہ ہے یعنی ذات بابرکات حق جلّ مجدہٗ۔ اس لئے قدرتاً اسی مقدس طبقہ کی فطرۃ جمال ظاہر وباطن کا معیار قرار دی جا سکتی ہے۔ پس جو باطن اس پاک گروہ کے باطن کے مطابق ہو وہی خوب ومرغوب ہے اور جو ظاہر اس طبقہ کے ظاہر کے مطابق ہو وہی مستحسن ہے ورنہ قبیح۔

ڈاڑھی کے ثبوت کے چار طریقے	اندریں صورت اگر انبیاء علیہم السلام کسی چیز کا استحسان ظاہر فرمائیں تو دانش کا

تقاضا یہ ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور اگر کسی چیز کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ کر خود اپنا اسوہ بنالیں تو منہاج نبوت کے عقیدتمندوں کو خوشگوار وظیفہ بھی ہونا چاہئے کہ وہ بھی اسے دستور العمل بنالیں۔ اور اگر یہ مقدس طبقہ کسی چیز کے بارہ میں ترغیبی کلمات بھی استعمال فرمائے یعنی دوسروں کے حق میں بھی اسے پسند کرے تب تو وہ حرز جان بنالینے کی قابل ہے اور اگر اس سے آگے ہو کر کسی چیز کو وہ اپنی امت کے حق میں ضروری قرار دے تو اس کے لئے تو سرتاپا تعمیل اور اس کے خلاف سے سر تاپا گریز بن جانا چاہیئے۔ ظاہر ہے کسی چیز کی مشروعیت یا خدائی دستور کے جزو ہونے کی یہی چار صورتیں ہو سکتی ہیں کہ یا وہ بذاتہ مستحسن کہی جائے یا اسوۂ پیغمبر ہو یا اس کے بارہ میں ترغیبی عنوان اختیار کیا گیا ہو اور یا اس کا صریح امر وہی کیا گیا ہو۔ اب اگر کسی چیز میں یہ چاروں طریقے اختیار کیے گئے ہوں کہ وہ خود بھی اچھی بتائی گئی ہو اسوۂ پیغمبر بھی ہو اس کی ترغیب بھی دی گئی ہو اور اس کا امر بھی کیا گیا ہو تو اس سے زیادہ اس کے مشروع ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ ڈاڑھی کے مسئلہ میں حسن اتفاق سے یہ چاروں وجوہ مشروعیت جمع ہیں۔

Marfat.com

فطرۃ

ڈاڑھی رکھنا فطری جذبہ ہے

(۱) صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہیں جسے صحیح مسلم نے روایت کیا ہے۔
دس باتوں کو فطرۃ کہا گیا ہے موںچھیں پست کرنا۔ ڈاڑھی بڑھانا۔ مسواک سے دانت صاف کرنا۔ ناک میں پانی دیکر غلاظت دور کرنا۔ ناخن لینا۔ انگلیوں کے جوڑوں کے اوپر کے حصہ کو صاف رکھنا۔ بغل کے بال لینا۔ زیر ناف کے بال صاف کرنا۔ پانی سے استنجا کرنا۔ اور کلی کرنا (دیکھو مسلم باب خصائل الفطرۃ) اس حدیث میں ڈاڑھی رکھنے کو فطرۃ کہا گیا ہے فطرۃ کے شرعی معنی اصلیت کے ہیں پس فطری امور کے معنی امور اصلیہ کے ہوئے جو شے کی اصل اور بنیاد میں رچے ہوئے ہوں دلیل کے زور سے یا کسی خارجی قوۃ کے ذریعہ پیچھے نہ لگائے گئے ہوں۔ بلکہ بلا تعلیم و تلقین شے کے مزاج میں پیدائشی طور پر پڑے ہوئے ہوں جیسے بھوک پیاس جنسی میلان وغیرہ انسان کے حق میں طبعی امور ہیں استدلالی نہیں ہیں کہ دلائل سے حاصل کیئے جاتے ہوں کوئی بھی دلائل کی قوت سے بھوک۔ پیاس نہیں لگاتا وہ از خود ہی اندرونی تقاضا سے لگتی ہے بلکہ لگنے سے قبل یا بعد

Marfat.com

لاکھ دلیلیں بھی اس کے خلاف قائم کی جائیں تب بھی وہ لگنے سے نہیں رک سکتی ۔ یہی وجہ ہے کہ بھوک ۔ پیاس لگنے پر کسی سبب یا وجہ کی تلاش نہیں کی جاتی کہ یہ حادثہ کیوں پیش آگیا؟ کیونکہ وہ اصل ہے اور اصل کے لئے سب سے بڑی دلیل طبعی داعیہ اور فطری جذبہ ہوتا ہے جو دلیل سے بالاتر چیز ہے ۔ پس یہاں لِمَ اور کَیفَ یعنی چون وچرا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ البتہ اگر بھوک پیاس بند ہوجائے تو ضرور سبب اور وجہ کی تلاش کرتے ہیں کہ یہ غیر طبعی بات کیوں پیش آئی؟ اور اس صورت میں اس بندش کو خلاف اصل اور مرض سمجھکر اُسے زائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو یقیناً زائل ہو بھی سکتی ہے کیونکہ اصل اور اصلیت کا حصہ نہیں عوارض سے پیدا شدہ چیز ہوتی ہے ان عوارض کے زائل ہونے سے طبیعت اپنی اصلیت پر آکر اسے خود دفع کردیتی ہے ۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان عوارض کو وجوہ و دلائل سمجھ کر اس غیر اصلی چیز (بندش بھوک پیاس) کو تھاما جائے گویا مرض کو پالا اور بڑھایا جائے ۔

ڈاڑھی رکھنا کسی دلیل کا محتاج نہیں

ٹھیک اسی طرح ڈاڑھی رکھنا بھی فطرۃ بتلایا گیا ہے گویا اس کا ہونا تو اصل ہے اور نہ ہونا خلاف اصل ہے پس اس کے رکھنے کا ارادہ اور وقوع اصلی ہے جو انسان کی سرشت میں پڑا ہوا ہے کسی عارضی یا خارجی قوۃ

Marfat.com

سے اُسے بے وجہ سمجھا نہیں دیا گیا ہے کہ وہ باہر کے دباؤ سے اُسے مان رہا ہے۔ اور وہ چونکہ اصل اور بمنزلہ صحت کے ہے تو اس کے لئے کسی خاص سبب یا تعلیم و تلقین یا دلیل کی حاجت نہیں صرف صلاحیتِ طبیعت کافی ہے البتہ ریش تراشی چونکہ خلاف اصل اور بمنزلہ مرض کے ہے اس لئے وہ ضرور کسی بیرونی عارضہ اور دباؤ سے ہی ہو سکتی ہے۔ جس کے سبب اور محرک کی تلاش کی جائے گی اور وہ بھی اس لئے کہ اُس سبب کا ازالہ کر کے اس خلاف اصل مرض کو زائل کیا جائے۔ نہ اس لئے کہ ان غیر طبعی عوارض کو جنھوں نے ریش تراشی پر آمادہ کیا تھا اصل قرار دے کر ریش تراشی کو صحت سمجھ لیا جائے اور اُسے پالا اور پوسا جائے۔ بہر حال ڈاڑھی کے منکروں کے مقابلہ میں سب سے بڑی اور سب سے پہلی دلیل تو یہی ہے کہ اُسے فطرۃ کہکر مستغنی عن الدلیل بتلایا گیا ہے جو سو دلیلوں سے بڑھ کر دلیل ہے گویا اس کے ثبوت اور وقوع کے لئے دلیل کا مطالبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ طبیعت کا اندرونی تقاضا ہی اس کے لئے دلیل ہے جبکہ وہ صحت ہے مرض نہیں ہے دلیل کا مطالبہ اگر ہو سکتا ہے تو ڈاڑھی کے منکروں سے ہو سکتا ہے جو ایک خلاف فطرۃ کام کر رہے ہیں مگر وہی آج تک ڈاڑھی منڈانے یا ترشوانے کی کوئی معقول حجۃ بجز شوقینیٔ نفس یا کسی غلط

Marfat.com

رواج اور ماحول کی اندھی تقلید کے پیش نہیں کر سکے ہیں مگر اس دور کے عجائبات میں سے یہ بھی ایک عجوبہ ہے کہ ڈاڑھی نہ رکھنے والے ڈاڑھی والوں سے دلیل کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ یہ حق ڈاڑھی والوں کا ہے کہ وہ منڈوانے والوں سے حجۃ طلب کریں پس آج کے لوگوں کا یہ کہنا کہ ڈاڑھی رکھنے کی آخر دلیل کیا ہے جو علماء ہم سے ڈاڑھی رکھنے کا مطالبہ فرماتے ہیں ایک مہمل اور لاابالی سوال ہے معقول سوال یہ ہے کہ آخر ڈاڑھی نہ رکھنے کی کیا دلیل ہے؟ کیونکہ سوال صحت کی وجہ کا نہیں ہوتا۔ بلکہ مرض کی وجہ کا ہوتا ہے طبیب کسی کے گھر کبھی اس لئے نہیں جاتا کہ اہل بیت کی تندرستی کی وجوہ دریافت کرتا پھرے کہ وہ اصل ہے اور اصل کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں اور وجودی چیز ہے اور وجود اپنی دلیل خود ہے نہ گھروں پر اس لئے جاتا ہے کہ مریض کے مرض کی وجوہ تلاش کرے کہ مرض عدمی چیز ہے اور عدم بغیر کسی محرک اور مرجح کے وجود پذیر نہیں ہوتا تو اسی کے وجوہ و اسباب بھی دریافت کئے جاتے ہیں تاکہ ان کا ازالہ کر کے عدم سے نجات دلائی جا سکے۔ درخت پر پھل آجائیں تو کوئی وجہ دریافت نہیں کرتا کہ کیوں لگے ہیں لیکن نہ لگیں تو اس عارض کی وجہ ضرور تلاش کی جائے گی کہ اس کے ازالہ ہی اس

68563

Marfat.com

مرض کا ازالہ کیا جائے۔

پس علمار ڈاڑھی رکھنے والوں کے گھر نہیں پہنچتے کہ ان کے ڈاڑھی رکھنے کی وجہ کیا ہے کیونکہ ڈاڑھی کا وجود کوئی عدمی چیز یا مرض نہیں ہے نہ اس کے اسباب کی کھوج لگا کر ان اسباب کے ازالے سے اس مرض کا ازالہ کیا جائے البتہ وہ ڈاڑھی منڈانے والوں سے ضرور پوچھیں گے کہ آخر اس بیماری کی وجہ کیا ہے کہ اسے دفع کر کے اس روگ کو مٹایا جائے اب اگر الٹے بیمار ہی طبیب سے جو اصول طب پر چلنے رہنے سے تندرست بھی ہے اس کی تندرستی کی وجہ پوچھنے لگیں اور اسے نصیحت کریں کہ وہ اس تندرستی کو جلد سے جلد زائل کر دے تو کیا یہ تلقین خقل کا اوندھا پن ہی نہ ہوگا؟ اور کیا اس پر یہ مثل صادق نہ آوے گی کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے یہ وجہ پرسی تو طبیب کا کام تھا جس پر بیشتر اسی کے مریض کو وجہ مرض صاف صاف کہہ دینی چاہیے تھی تاکہ اس مرض کا علاج کیا جاتا غرض ڈاڑھی رکھنے کے لئے وجہ اور دلیل کی ضرورت نہیں جو مقصود تھی۔

مواخذہ ڈاڑھی نہ رکھنے پر ہو سکتا ہے رکھنے پر نہیں ہو سکتا

دنیا کی تمام قوموں میں خواہ وہ کسی بھی مذہب و ملت سے تعلق رکھتی ہوں۔ ڈاڑھی رکھنے کا علاج چلا آرہا ہے گر ان میں ایسے طبقات بھی ہیں جو ڈاڑھی نہیں رکھتے اور ڈاڑھی نہ رکھنے والوں پر ملامت بھی کرتے ہیں

Marfat.com

مگر اُن کے وجود سے قوم کی اس عمومی خواہش کی عمومیت پر کوئی اثر نہیں
پڑ سکتا۔ کیونکہ ڈاڑھی نہ رکھنے والے اِک آئی چیز کو زائل کرتے ہیں جن
سے پوچھ گچھ ہو سکتی ہے کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ لیکن رکھنے والے
آئی ہوئی کو برقرار رکھتے ہیں اس لئے ان پر یہ مطالبہ عائد ہی نہیں ہوتا
وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ کیوں کہ ڈاڑھی ان کے لائے نہیں آرہی ہے
اور ان کے بڑھائے بڑھ نہیں رہی ہے کہ اس کے آنے اور بڑھنے کا سوال
ان سے کیا جائے؟ وہ ان کا فعل ہی نہیں کہ انھیں اس کا ذمہ دار یا مسئول
ٹھیرایا جائے وہ تو ایک خدائی صنعت اور کاریگری ہے جو ان کے ارادہ
و اختیار اور کسب و فعل کے بغیر اندر سے اُبھرتی چلی آتی ہے تو اُن پر اس
کی ذمہ داری کب ہے کہ ان سے اس کے آنے اور بڑھنے کو پوچھا جائے
ان کا کام تو صرف اتنا ہے کہ اس خدائی فعل کا بلا اذن خداوندی اپنے
کسی منافی فعل سے معارضہ نہ کریں۔ البتہ ریش تراشوں پر سوال و مواخذہ
سب کچھ عائد ہو سکتا ہے کہ ریش تراشی خود اُن کا فعل ہے اور وہ بھی بمقابلہ
فعل حق اس لئے وہ ہی اس کے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ اور انہی سے اس
بے جا حرکت کی وجہ پوچھی جائے گی کہ انہوں نے ایک اُگے اگائے چمن کو
بلا اذن مالک کیوں اجاڑا؟ اس لئے وہ مستحق ملامت ہوں گے
نہ کہ محافظان چمن۔

Marfat.com

ڈاڑھی قومی زندگی کی علامت ہے اور اس کا صفایا مردنی کی دلیل ہے

اس سے ایک لطیفہ یہ بھی واضح ہوا کہ ڈاڑھی رکھنے والے ڈاڑھی رکھ کر مثبت پہلو پر قائم ہیں جو وجودی ہے اور نہ رکھنے والے اسے مٹا کر منفی پہلو پر ہیں جو عدمی ہے اور ظاہر ہے کہ کسی قوم کی زندگی اور اس کا حقیقی وجود مثبت افعال ہی سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ منفی پہلوؤں سے کھانے پینے کے افعال سے قوم کا وجود باور ہوگا جو وجودی افعال ہیں نہ کہ کھانے پینے سے معطل ہو کر پڑ جانے سے جو عدمی پہلو ہے۔ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے ہی سے ایک قوم کی زندگی اور موجودگی پر استدلال کیا جائے گا نہ کہ اپاہج بنکر معطل پڑے رہنے سے غرض صحت مندانہ افعال ہی سے قوم کی زندگی اور موجودگی پہچانی جاتی ہے نہ کہ مرضیلے اور جراثیمی جمود و خمود سے۔ اس لئے قوم درحقیقت کہا ہی جائے گا اس حصہ کو جو صحت مند اور صحت مندانہ افعال پر قائم ہے۔ مرضیلا اور روگی حصہ حقیقتاً قوم ہی نہیں اسے طبعاً پہلے حصہ کے ساتھ رلا ملا کر گویا مجازاً قوم کہہ دیا جاتا ہے اور بالفاظ دیگر صرف اعداد و شمار میں شامل کر لیا جاتا ہی اور جبکہ ڈاڑھی رکھنا بھی فطرۃ ہونے کی وجہ سے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے کی طرح وہی مثبت اور وجودی پہلو ہے جن سے قوموں کی زندگی پہچانی جاتی ہے تو یوں سمجھنا چاہیئے کہ ہر قوم میں حقیقتاً قوم کہلانے کا مستحق

Marfat.com

وہی حصہ ہے جو ڈاڑھی رکھ کر فطری اور شیئت پہلو پر قائم ہے ڈاڑھیوں کو نیست نابود کر دینے والا طبقہ گویا ایک مرضیلا اور روگی طبقہ ہے معدوم نہیں ہے تو کالعدم ضرور ہے اس لئے یہ حصہ قوم کہلانے ہی کے قابل نہیں قوم وہی حصہ کہلا سکے گا جو اس شعار انسانیت کو مٹائے ہوئے نہیں ہے

ڈاڑھی رکھنا کسی طبقہ کے ساتھ مخصوص نہیں

اس لئے یہ کہنا بجائے خود صحیح ہوگا کہ ڈاڑھی رکھنا دنیا کی تمام اقوام مشترک خواہش ہے جب تک کہ وہ قوم قوم ہے اور اس میں ہستی قائم ہے وہ روگی اور مضمحل ہو کر روگش عدم نہیں ہو چکی ہے۔ اس لئے علماء و صلحاء کو یہ کہہ کر رجعت پسند بتانا کہ یہ ان کا اٹھایا ہوا مسئلہ ہے۔ گویا ایک غیر فطری بات ہے یا انہی کے ساتھ مخصوص ہے گویا طبقاتی چیز ہے عمومی نہیں حدیث کے لفظ فطرۃ کے ساتھ تمسخر کرنا ہے۔

ڈاڑھی رکھنا صلاح و رشد کی علامت ہے

ہاں اس سے انکار نہیں کہ طبقاتی حیثیت سے عموماً ڈاڑھی رکھنے والے ہر قوم میں وہی لوگ زیادہ ہوتے ہیں جن میں صلاح و رشد کے آثار اور وقار و تمکین کے نشانات پائے جاتے ہیں جیسے علماء دین پیشوایان مذاہب۔ مقتدایان قوم اور باوقار امراء و سلاطین۔ بلکہ جو بھی

Marfat.com

صلاح و رشد اور دین و تقویٰ کی طرف مائل ہوتا ہے وہ انجام کار اپنا دینی روپ درست کرنے کے لئے ڈاڑھی کی طرف بھی ضرور جھکتا ہے گویا ڈاڑھی صلاح و رشد ہی کا دوسرا رُخ ہے یعنی صلاح و رشد باطن ہے اور یہ ڈاڑھی اسکا ظاہر ہے سو اس سے یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی وقار و تمکنت کی نشانی تقدس یا صلاح و رشد کی علامت ہی مگر یہ نہیں نکلتا کہ وہ اس طبقہ کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے اس کے مکلف نہیں یا اس طبقہ نے خوامخواہ دوسروں کو تنگ کرنے کے لئے یہ مسئلہ اٹھا رکھا ہے؟ یہ ایک مستقل دعویٰ ہوگا جس پر آجتک کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکی ہے بلکہ ڈاڑھی نہ رکھنے والوں کا اسکے رکھنے کی دلیلیں پوچھتے رہنا یا منڈوانے کی کچھ مزعومہ مصلحتیں زبان پر لاتے رہنا خود انکے دلوں کے چور کی غمازی کرتا ہے کہ وہ وجوہ و مصالح کی آڑ لیکر اپنے وقار کو بچانے کی فکر میں ہیں جسے ریش تراشی سے زائل شدہ سمجھتے ہیں اور دلوں میں خود بھی محسوس کرتے ہیں۔ ورنہ فطری امور کے لئے توجیہات اور وجوہ پیمائی کی ضرورت نہیں۔

بہرحال فطرۃ کے لفظ سے اوّلاً ڈاڑھی رکھنے کا مسئلہ بدیہی ثابت ہوا جو اس کے مستغنی عن الدلیل ہونے کی دلیل ہے پھر اسی لفظ فطرۃ سے ڈاڑھی کا تمام بنی نوع انسان کی مشترک خواہش اور طبقاتی یا انفرادی مسئلہ ہونے کے بجائے پوری انسانیت کا مسئلہ ہونا واضح ہوا جو اس کے ناقابل اعتراض اور مستحسن ہونے کی علامت ہے۔

Marfat.com

سُنّت

سُنّت کی اصطلاحی حیثیت سے ڈاڑھی ہونے کا ثبوت

لیکن ڈاڑھی کے بدیہی یا دلیل سے بے نیاز ہونے کا (جیساکہ لفظ فطرۃ سے واضح ہوا) یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دلائل کی قوت اس کے ساتھ نہیں جبکہ متعدد انواع دلائل کی کمک بھی اُس کی پشت پر ہے۔

شرعی دلائل کے سلسلہ میں کسی چیز کے شرعی ہونے کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ شریعت کی جانب سے اس کی ترغیب دی جائے اسکے عمل کو مستحسن قرار دیا جائے اس کے کرنے پر کسی نہ کسی نہج سے دباؤ ڈالا جائے اور اس کے نہ کرنے پر ملامت کی جائے۔ ان تمام مفہومات کے لئے شرعی اصطلاحات میں سنۃ کا لفظ وضع کیا گیا ہے جس میں یہ ساری حقیقتیں بیکدم داخل ہیں۔ پس سنّت کے معنی یہ ہوئے کہ وہ فعل نبوی ہے مستحسن عمل ہے اتباع کے لئے ہے۔ انحراف اور گریز کے لئے نہیں۔ عقیدۃً اس کا کفر یا فسق ہے عملاً اس سے اعراض یا لاپرواہی حرمان وخسران ہے۔ چنانچہ اس لفظ کے بارہ میں حدیث من حفظ سُنتی اکرمہ اللہ الخ

Marfat.com

(جو میری سنت کا تحفظ کرے گا اسے اللہ نوازے گا) سے تو اتباع سنت کی ترغیب دی گئی ہے۔ پھر حدیث من احبّ سنتی فقد احبّنی (جس نے میری سنت سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی ہیں سنت کو محبت کے نقطہ نظر سے پیش کرکے محبان نبوی پر اسے لازم العمل بنا دیا گیا ہے۔ پھر حدیث علیکم بسنتی (میری سنت کو لازم پکڑو) سے قانونی طور پر سنت کو لازم العمل کیا گیا کیونکہ کلمہ علیٰ عربی زبان میں لازم کرنے کے لئے آتا ہے۔ پھر حدیث فمن رغب عن سنتی فلیس منی (جس نے میری سنت سے گریز کیا وہ مجھ سے نہیں یعنی میرا نہیں یا میرے راستہ پر نہیں ہے) سے سنۃ سے اعراض کرنے والوں کی محرومی اور بد نصیبی واضح کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کا کرنا مستحسن ہو، بلحاظ محبت فرض عملی ہو، بلحاظ آئین شریعت لازمی ہو، اور اس سے گریز بدقسمتی، اور پیغمبر سے انقطاع کے ہم پلہ ہو، اور یہ سب حقیقتیں لفظ سنت کے مفہوم میں شرعاً داخل ہوں تو اس سے زیادہ سنت کے ضروری العمل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے اُسے غیر ضروری العمل یا غیر اہم کہنے کی جرأت کون کر سکتا ہے؟ پس جبکہ ڈاڑھی کو سنت مرسلین فرمایا گیا اور سنت

Marfat.com

بوجوہ بالا ضروری العمل ہے تو ڈاڑھی کا ضروری العمل ہونا محض لفظ سُنّت سے ثابت ہو جاتا ہے اور یہ ایک بے جا جرأت وجسارت ثابت ہوتی ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کی سُنّت مطلقہ کو ناکافی یا غیر اہم تصور کرتے ہوئے ڈاڑھی رکھنے کا عمل اس کے واجب یا سُنّت مؤکدہ ثابت ہو جانے پر معلق کیا جاوے بالفاظ دیگر گویا شریعت سے مطالبہ کیا جاوے کہ یا تو وہ اسے سُنّت مؤکدہ اور واجب ثابت کرے ورنہ محض سُنّت کا لفظ بول کر ہم سے عمل کا مطالبہ نہ کرے۔

بہرحال اس بیان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حدیث نبوی میں ڈاڑھی کو سُنّت انبیاء کہا جانا اس کے شرعی ثبوت اور مطالبۂ عمل کے لئے کافی اور اسے ضروری العمل سمجھنے کے لئے شافی وافی ہے۔ جو اس کے شرعی ثبوت کا ابتدائی مقام ہے

سنت کی لفظی حیثیت سے ڈاڑھی کے ضروری العمل ہونے کا ثبوت

بلکہ نگاہ کو ذرا اور وسیع کر کے دیکھا جائے تو لفظ سُنّت المرسلین اپنی اصطلاحی حیثیت سے قطع نظر جس کی تفصیل ابھی عرض کی گئی محض اپنی لفظی حیثیت سے بھی جس کے معنی عادۃ یا طریقہ کے لئے جاویں ضروری العمل ہے۔ کیونکہ سنّت کی نسبت جب انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو کر اس کے معنی طریقۂ انبیاء

Marfat.com

یا عادۂ انبیاء کے ہوتے تو یہ خود ہی اس کا ثبوت ہے کہ اس پر عمل کی ضرورت ہے کیونکہ سُنّت انبیاء عمل کے لئے ہوتی ہے مجبوری کے لئے نہیں ہوتی، اور عمل کے لئے فرض یا واجب یا تاکیدی سُنّت ہی ہونا ضروری نہیں ورنہ دین کے ہزار ہا اعمال اور عادت وعبادت کے ہزاروں شعائر اور امتیازی نشانات کی بنیادیں منہدم ہو جائیں گی۔ کیونکہ دین کے ہر شعبہ میں فرائض وواجبات سے بدرجہا زیادہ تعداد سنتوں اور مستحبات ہی کی ہے۔ فرائض وواجبات اپنے سنن ومستحبات کے پردوں میں اس طرح لپٹے ہوتے ہیں جیسے پھل کا مغز تہ بر تہ چھلکوں اور پردوں میں لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اگر یہ سب سنن ومستحبات غیر ضروری العمل ہوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ دین کا دو تہائی سے زائد حصہ معاذ اللہ فضول، بیکار اور محض بھرتی یا نمائش کا ہے جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

بہر حال اگر اصطلاحی طور پر ڈاڑھی کے سنت ہونے کو دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کا رکھنا مستحسن بھی ہے جو حدیث حسن حفظ کا مفاد ہے لازم العمل بھی ہے جو حدیث علیکم بسنتی کا مفاد ہے اخلاقی فرض بھی ہے جو حدیث من احب سنتی کا مفاد ہے اور اس سے گریز کرنا ذات پیغمبر سے انقطاع بھی ہے جو حدیث من

Marfat.com

رغب عن سنتی کا مفاد ہے کہ یہ سب معانی شرعاً سُنّت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اور اگر داڑھی کے سُنّت مرسلین ہونے کو صرف سُنّت کی لفظی اور لغوی حیثیت سے دیکھا جائے جس کے معنی طریقہ اور روش کے ہیں تب بھی داڑھی رکھنا ضروری ٹھہرتا ہے کہ روش انبیاء اختیار کرنے کے لئے اتاری گئی ہے چھوڑ دینے کے لئے نہیں پس سُنّت کے لفظ و معنی دونوں کے لحاظ سے داڑھی رکھنا ضروری الحمل ثابت ہوتا ہے۔

سُنّت کی نوعی حیثیت سے داڑھی کے ضروری ہونے کا ثبوت

پھر نہ صرف لفظ و معنی بلکہ سُنّت کی نوعی حیثیت بھی جس کے لئے وہ قانون شریعت میں وضع کی گئی ہے داڑھی کی ضرورت کی ایک مستقل دلیل ہے۔ کیونکہ قواعد شرعیہ کی رو سے سُنتیں فرائض و واجبات کی تکمیل کا وسیلہ ہیں کیونکہ سنتیں ان واجبات کے حدود و اطراف اور کنارے ہیں اور حدود کا جب تک تحفظ نہ کیا جائے محدودات اپنی حد کمال پر قائم نہیں رہ سکتے۔ جیسا کہ پھل کا مغز بغیر اپنے پردوں اور کنارہ کی جھلیوں یا چھلکوں کے اپنے کمالِ نشو و نما کو برقرار نہیں رکھ سکتا اسی طرح داڑھی بھی اگر باقی نہ رہے تو بہت سے شرعی واجبات جیسے اسلامی شعار، اسلامی ہیئت، اسلامی

Marfat.com

تہذیب، اسلامی جمال، مسلمانہ رعب وہیبت، مردانہ جمال مرد و عورت کے درمیان تمیز مردوں اور مخنثوں کے درمیان امتیاز اور چہروں کا اخروی نور وغیرہ (جن کے برقرار رکھنے اور درجہ بدرجہ واجب کرنے اور ان کی تاکیدوں کے لئے مستقل اوامر و احکام شریعت میں وارد ہوئے ہیں) کا نظام مختل ہو جائے اور ان میں نقائص پیدا ہو جاویں جن کی روک تھام کے لئے حدیث مسلم کی یہ دس فطری خصلتیں رکھی گئی ہیں جن میں ڈاڑھی صف اوّل کی چیز ہے جیسا کہ اس کی متعلقہ دوسری روایات سے واضح ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان واجبات کی تکمیل ضروری ہے اور بلاشبہ ضروری ہے تو ڈاڑھی جو ضروری کا مقدمہ اور واسطہ تکمیل ہے وہ بھی ضروری ہوگا ورنہ اگر یہ ضروری العمل نہ ہو جس پر ضروری کی تکمیل موقوف ہے تو اصل واجب کی تکمیل بھی ضروری نہ رہے۔ حالانکہ یہ خلاف مفروض ہے اور اس کی ضرورت شرعاً تسلیم شدہ ہے اس لئے ڈاڑھی کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جو اس ضرورت کا مدار علیہ ہے۔ پس لفظ سنت سے ڈاڑھی کے غیر ضروری العمل ہونے کا ثبوت تو کیا ملتا جو منکرین کا تخیل تھا اور الٹا اس کا ضروری بلکہ بہت سی ضروریات کی ضرورتوں کے سر چشمہ ہونے کا ثبوت نکل آیا۔

سنت بقاء واجب کا ذریعہ ہے اور آگے بڑھو تو سنت تکمیل

Marfat.com

واجب ہی کا نہیں بقاء واجب کا بھی ذریعہ ہے۔ اگر سنتیں باقی نہ رہیں تو واجبات بھی باقی نہیں رہ سکتے یہ دعوے بھی فرضی یا اختراعی نہیں بلکہ شرعی ہے حدیث نبوی کا ارشاد ہے تفسیر فتح العزیز میں روایت کیا گیا ہے کہ

ومن تهاون بالآداب	جس نے سنتوں کی آداب (مستحبات)
عوقب بحرمان السنة	میں اُسے سزا دی جائیگی سنت سے محرومی کی
ومن تهاون بالسنة عوقب	اور جس نے سنتوں میں سستی کی اسے سزا
بحرمان الواجبات	دیجائیگی واجبات سے محرومی
ومن تهاون بالواجبات	کی اور جس نے واجبات میں
عوقب بحرمان الفرائض	سستی کی اسے سزا دی
ومن تهاون بالفرائض	جائیگی فرائض سے محرومی کی اور
عوقب بحرمان المعرفة	جس نے فرائض میں سستی کی اسے سزا دیجائیگی
(او کما قال)	معرفت الٰہی سے محرومی کی۔

پس ڈاڑھی کی سنت جہاں مذکورہ صدر واجبات کی تکمیل کا ذریعہ ثابت ہوئی تھی۔ وہیں اس حدیث سے ان کے بقاء دوام کا وسیلہ بھی ثابت ہوگئی اور جو چیز بقاء فرض و واجب کا وسیلہ ہو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ غیر ضروری التعمل ہو سکتی ہے۔ وہ عملاً یقیناً مرتبہ میں فرض سے کم ہو لیکن

Marfat.com

عملاً اتنی ہی ضروری العمل ہے جتنا کہ فرض ضروری العمل ہے کیونکہ فرض کا عمل اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا جو ضروری ہے اور ضروری کا مقدمہ خود ضروری ہوتا ہے نہ کہ غیر ضروری۔

سنت تکمیل واجب کا بھی وسیلہ ہے نہیں بلکہ اور آگے بڑھا جائے تو سنت بقاء واجب ہی کا نہیں بلکہ حصول واجب کا بھی ذریعہ ہے یعنی بغیر سنتوں کی پابندی کے فرائض کا وجود ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سنتیں فرائض کی حدود اور اطراف ہیں۔ اور کنارے جب تک نہ ہوں اصل شے وجود پذیر نہیں ہو سکتی حرام باتوں کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔

الا وان لکل ملک حمیً	خبردار رہو کہ بادشاہ کی ایک چراگاہ
الا وان حمی اللہ محارمہ	اور مخصوص جاتی ہے اللہ کی چراگاہ
فمن رتع حول الحمی	ممنوع اسکے محرمات ہیں (جن کے کرنے
یوشک ان یواقعہ۔	سے لوگوں کو روکا گیا ہے) تو جو شخص بھی
	اس جائے ممنوع کے

اردگرد چرائے یا شکار کھیلے گا وہ ایک نہ ایک دن شاہی چراگاہ میں بھی گھس جائے گا (اور مجرم بنے گا جو مستحق سزا ہو گا) اس سے واضح ہے کہ اصل شے سے بچنے کے لئے اس کے کناروں سے بھی بچنا ضروری ہے ورنہ

Marfat.com

اصل سے بچاؤ ممکن نہیں ہے جو ڈول سے نہیں بچتا وہ کھیت میں گھسنے سے نہیں بچ سکیگا۔ کیا اس کا مفہوم یہ نہیں نکلتا کہ اصل کو قائم کرنے کے لئے پہلے اس کے کناروں کو قائم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ جب کوئی اصل بلا اپنے اطراف و جوانب کے باقی نہیں رہ سکتی تو بلا ان کے وجود میں لائے موجود بھی نہیں ہو سکتی پس ڈاڑھی کی سنت جن واجبات کے حصول کا ذریعہ ہے وہ بغیر ڈاڑھی رکھے حاصل ہو ہی نہیں سکتے اور ان کا حاصل کیا جانا ضروری ہے تو اس موقوف علیہ کا حاصل کیا جانا ان سے بھی پہلے ضروری ہوگا۔ اس لئے جہاں سنت واجبات کے لئے وسیلۂ تکمیل ثابت ہوئی تھی پھر وسیلۂ بقاء ثابت ہوئی تھی وہیں اس حدیث سے وسیلۂ حصول بھی ثابت ہوتی جس سے اس کا ضروری العمل ہونا کافی نمایاں ہو جاتا ہے اور لفظ سنت سے جو غیر ضروری العمل ہونے کا غلط تخیل قلوب میں قائم ہوتا تھا وہ اسی لفظ کے مفہوم سے ہی کافور ہو گیا جس کا منشاء غلط یہ ہے کہ لوگ سنت کو واجب و فرض کا مقابل سمجھتے ہیں اور واجب و فرض ضروری العمل ہیں تو اس تقابل سے اس سے غیر ضروری العمل باور کر لیا جاتا ہے حالانکہ سنت حسب قواعد شرعیہ اور حسب روایت مذکورہ واجبات کا مقابل نہیں بلکہ وسیلۂ تکمیل وسیلۂ بقاء اور وسیلۂ تحصیل ہے کہ اس کے بغیر واجبات و فرائض نہ وجود پذیر ہو سکتے ہیں نہ برقرار رہ سکتے ہیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ

Marfat.com

واجبات کی تحصیل و تکمیل اور بقاء کا مقدمہ اور اور پھر تتمہ ۔۔۔ تتمہ غیر ضروری العمل ہو سکتا ہے؟ ادھر خود لفظ سنت اپنے معنی کے لحاظ سے پہلے ہی ضروری العمل ثابت ہو چکا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ سنت بذات خود اور بہ نسبت غیر یعنی ذاتاً اور اضافتاً ہر لحاظ سے ضروری العمل ہے۔ اس لئے ڈاڑھی سنت پیغمبر بنکر کتنی ہی جہتوں سے ضروری العمل ثابت ہوئی۔

ڈاڑھی پر اجماع انبیاءؑ

پھر اس سنت کی لفظ کو حدیث مذکور میں کسی ایک رسول یا ایک ہی نبی کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ سنت المرسلین (سارے رسولوں کی سنت) کہکر تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس سے ڈاڑھی رکھنے کا مسئلہ اجماع انبیاء سے ثابت شدہ مسئلہ نکلتا ہے۔

ڈاڑھی اور تعامل انبیاء

پھر کسی ایک پیغمبر سے بھی داڑھی منڈانا یا پست کرانا ثابت نہیں اور اس سنت کے عمل سے کوئی ایک نبی بھی مستثنیٰ نہیں ہے اسلئے ڈاڑھی رکھنے کا عمل تعامل انبیاءؑ سے بھی ثابت شدہ ہو جاتا ہے جو اس کے لازم العمل ہونے کی دلیل ہے۔

ڈاڑھی تمام ادیان و شرائع میں ضروری ہے

دوسرے لفظوں میں اسی جماعت کو سامنے رکھکر یوں بھی ادا کیا کیا جا سکتا ہے کہ ڈاڑھی کا طریقہ کسی ایک ہی دین اور شریعت کا مسئلہ نہیں بلکہ کل شرائع و مذاہب کا اجماعی طریقہ ہے۔

Marfat.com

داڑھی تمام اقوام وملل کا متفقہ مسئلہ ہے

اور جبکہ دنیا کی ہر قوم وملت خواہ کسی مذہب ہی سے تعلق یافتہ ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام اقوام وملل کا مسئلہ ہے جس پہ سب کا اجماع ہے پس جہاں لفظ فطرۃ سے طبعی رنگ کا مسئلہ اجماع اقوام ملل کا اجماعی مسئلہ نکلتا ہے وہیں اس اجماع عمر آئی سے یہ مسئلہ شرعی رنگ میں بھی امتوں کا اجماعی مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے پس داڑھی چھوڑنے کے بارے میں اگر ایک امت کا اجماع کسی مسئلہ کے ثبوت کے لئے شرعی حجت ہو سکتا ہے تو تمام اولین آخرین کا اجماع جو بلا استثناء سارے انبیاء ورسل اور سارے صلحاء اولیاء علماء کا اجماع آخر کس طرح حجت نہیں بنے گا۔؟ درین صورت اس متفقہ کو غیر مفید سے انکار کرنا گویا تمام شرائع اور تمام انبیاء کے ایک متفق شرعی فیصلے کا انکار اور ان کی کھلی تکذیب ہے اگر ایک امت کے اجماعی مسئلہ کا انکار فسق ہے تو اقوام عالم اور اولین وآخرین کے اس کھلے اجماعی مسئلہ کا انکار فسق کے کس درجہ پہ پہنچا ہوا ہوگا؟

بہرحال لفظ فطرۃ۔ لفظ سنت پھر لفظ مرسلین سے داڑھی رکھنے کی فطری ضرورت ہی نہیں بلکہ دینی ضرورت بھی ثابت ہو جاتی ہے جو اس مسئلہ کی شرعیت کیلئے ایک واضح دلیل اور حجت ہے جس سے انکار کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہے مگر

داڑھی کے وجوب کا استنباط

پھر نہ صرف ضرورۃ بلکہ غور کیا جائے تو اسی سے داڑھی رکھنے کا وجوب

Marfat.com

بھی ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت بلا ترک فرمائی ہے یعنی ہمیشگی کی ساتھ داڑھی رکھنے کے عمل کو جاری رکھا ہے کبھی تخلف نہیں ہوا جو اصولاً وجوب کی علامت ہے اگر مواظبت مع الترک ہو یعنی کبھی کبھی آپ نے اس عمل کو ترک بھی فرما دیا ہو تو وہ عمل سنّت کہلاتا ہے لیکن داڑھی رکھنا کبھی ایک ساعت کیلئے بھی حضور نے ترک نہیں فرمایا اس لئے اس مواظبت بلا ترک سے ہم داڑھی رکھنے کے وجوب پر بھی استدلال کر سکتے ہیں۔

داڑھی کا وجوب
صیغۂ امر سے

لیکن اگر داڑھی کے وجوب کے لئے اصطلاحی اور صریح دلیل ہی درکار ہے تو اس کے لئے ایک نہیں متعدد شرعی اوامر احادیث میں وارد ہوئے ہیں جن میں خصوصی طور پر داڑھی رکھنے کا صریح حکم دیا گیا ہے۔ ذخیرہ احادیث میں داڑھی بڑھانے کے لئے امر صریح کے پانچ صیغے استعمال فرمائے گئے ہیں۔ اِعفاء۔ اِیفاء۔ اِرخاء۔ اِرجاء۔ توفیر۔ اور پانچوں کے معنی محض داڑھی رکھنے کے نہیں بلکہ داڑھی بڑھانے اور اسے علی حالہ بڑھنے دینے کے ہیں گویا جہاں تک قولی احادیث کا تعلق ہے۔ ان میں داڑھی بڑھنے کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی ہے بلکہ داڑھی

Marfat.com

کو علی حالہ چھوڑے رکھنے کا امر مطلق ہے۔ چنانچہ۔ اِعْفُوا۔ اَوْفُوا۔ اَرْخُوا۔ اور وَفِّرُوا۔ بلاقید کے علی الاطلاق مروی ہیں اور ان پانچوں صیغوں کے معنی ڈاڑھی چھوڑنے یعنی اُسے علی حالہ بڑھنے دینے کے ہیں جن میں کسی قسم کی کوئی قید اور شرط نہیں لگائی گئی۔

اور سب جانتے ہیں کہ امر کا مفاد وجوب ہے۔ یعنی امر کا صیغہ حقیقۃً وضع ہی کیا گیا ہے وجوب اور ایجاب کے لئے اس ایجاب میں خفتہ یا ہلکا پن جیسے استحباب یا ندب کہتے ہیں صیغۂ امر سے نہیں نکلتا بلکہ خارجی قرائن سے پیدا ہو سکتا ہے اگر یہ خارجی قرائن موجود نہ ہوں تو امر اپنی حقیقت پر رہے گا اور اس کے معنی ایجاب و الزام کے ہوں گے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ کام تمکو کرنا ہی ہے تم پر واجب ہے۔ اور تم کسی حالت میں اس سے گریز کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ اس لئے ڈاڑھی رکھنا اس امر سے اصطلاحاً بھی واجب صریح نکلا جس سے کسی حالت میں بھی گریز و انحراف جائز نہ رہا جو اس مسئلہ کے شرعی ہونے ہی کی نہیں بلکہ واجب شرعی ہونے کی واضح دلیل ہے اور جبکہ اسی کے ساتھ عالم کے سارے پیغمبروں کا اجماع اور تسنن (اسے سنت ٹھہرا لینا) بھی ملا لیا جائے تو یہ واجب اور بھی زیادہ موکد ہو جاتا ہے جس سے گریز گویا سارے انبیاء کے اجماع سے گریز ہے۔

Marfat.com

ڈاڑھی کا وجوب لفظِ امر سے

پھر یہی نہیں کہ ڈاڑھی کے وجوب کے لئے صرف امر کے صیغے ہی وارد ہوئے ہوں جن سے ڈاڑھی کے وجوب کا حکم اصطلاحی طور پر نکال لیا جائے بلکہ خود لفظ امر سے بھی اس فعل کو مامور بہ قرار دیا گیا ہے جس سے صیغۂ امر کو استحباب یا ندب پر محمول کر لینے کا احتمال بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صیغہ امر کی ہئیت کذائی جیسے۔ اعفوا اللحی (ڈاڑھی بڑھاؤ) سے جو حکم نکلتا تھا سے امر استحبابی کہکر وجوب سے گرا دینے کی تاویل کا احتمال رہتا تھا لیکن جبکہ اس صیغہ کے ساتھ لفظ امر بھی ذکر کر دیا گیا تو صیغہ کے وجوبی معنی بلا احتمال غیر متعین ہو گئے اسے یوں سمجھئے، جیسے ہم امر کریں کہ پانی پلاؤ یہ حکم صیغہ امر کے ساتھ ہے اس میں احتمال ہے کہ مخاطب اپنی کام چوری یا سہل انگاری یا کسی فنی اصطلاح کی آڑ لیکر یہ حیلہ کر دے کہ یہ "پلاؤ" کا صیغہ محض ایک اخلاقی امر ہے ایجابی نہیں جس کی تعمیل واجب ہو۔ اگر کر لی جائے تو آمر کی خوشنودی کا باعث ہو گی نہ کی جائے تو باعث ملال نہ ہو گی لیکن اگر ہم اسی کے ساتھ یوں بھی کہیں کہ ہم تمہیں پانی پلانے کا حکم کرتے ہیں یعنی صیغہ امر ہی نہیں لفظ امر

Marfat.com

کبھی استعمال کریں تو اس کے بعد تعمیل کرنے نہ کرنے کی برابری کا احتمال باقی نہیں رہتا بلکہ متعین ہو جاتا ہے کہ پانی پلانا ہی ضروری ہے نہ پلانے کا اختیار کسی درجہ میں بھی مخاطب کو نہیں ٹھیک اسی طرح ڈاڑھی کے بارے میں جب اِعْفُوا اللِّحیٰ وغیرہ کے صیغہ امر کیا گیا کہ "ڈاڑھی بڑھاؤ" تو اس میں غلط یا صحیح یہ احتمال تھا کہ اس امر کو محض اخلاقی حکم سمجھ کر تعمیل کرنے نہ کرنے میں اپنے کو مختار سمجھ لیا جائے۔ لیکن جبکہ اسی کی ساتھ ڈاڑھی بڑھانے کا حکم لفظ امر کے ساتھ بھی وارد ہوا کہ۔

عن عبد الله بن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم انه امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیة۔	ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے مونچھیں پست کرنے اور ڈاڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

تو اس کے معنی وہی ہوئے کہ ہم تمہیں ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیتے ہیں" ظاہر ہے کہ اس کے بعد "ڈاڑھی بڑھاؤ" کے صیغہ میں جو احتمال استحباب یا تعمیل وعدم تعمیل میں مخاطب کے اختیار کا پیدا کیا جا سکتا تھا وہ کلیۃً قطع ہو گیا اور ڈاڑھی

Marfat.com

بڑھانے کا امر غیر مشتبہ طور پر وجوب کے لئے متعین ہو گیا جس سے ڈاڑھی کا بڑھانا ایک مضبوط قسم کا شرعی واجب ثابت ہو جاتا ہے۔

منفی پہلو یعنی ڈاڑھی رکھنے کی ثبوت اصولی رنگ سے

ڈاڑھی بڑھانے کے لئے شرعی ثبوت کے پہلو واضح ہو گئے جن کے ہوتے ہوئے ڈاڑھی کے وجوب کے بارہ میں شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لیکن پھر بھی یہ سوال ممکن تھا کہ ان احادیث سے ڈاڑھی رکھنے کا ایجابی ثبوت تو ضرور ہو جاتا ہے مگر ڈاڑھی پست کرانے کی مخالفت حرمت ثابت نہیں ہوتی اور جب تک کہ کسی شئے کے منفی پہلو کو سامنے نہ لایا جائے اس کا مثبت پہلو بھی مستحکم نہیں ہوتا۔ تو اس سلسلہ میں اوّل تو مخالفت کے ثبوت کے لئے یہ اصولی دلیل کافی ہے کہ اَلْاَمْرُ بِالشَّیْءِ یَقْتَضِی النَّہْیَ عَنْ ضِدِّہٖ (کسی چیز کا امر کیا جانا اس کی ضد کی مخالفت کو مقتضی ہوتا ہے) یعنی جب کسی شئے کے واجب ہونے کا

Marfat.com

حکم دیا جائے تو یہ خود ہی اس کی ضد کے ممنوع ہونے کی واضح دلیل ہے۔ ورنہ اگر شے کے واجب اور ضروری العمل ہونے کے بعد اس کی ضد پر بھی عمل جائز ہو تو یا وہ واجب العمل نہیں رہتی جو مفروضہ کے خلاف ہے یا رہتی ہے تو اجتماع ضدین ہو جاتا ہے کہ وہ واجب العمل بھی ہو اور اپنی ضد کے جائز العمل ہونے کی وجہ سے واجب العمل نہ بھی ہو، اور ظاہر ہے کہ ضروری العمل ہونا اور اسی وقت ضروری العمل نہ بھی ہونا یہی اجتماع ضدین ہے جو بلاشبہ محال اور سارے محالات کی جڑ ہے اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ جب اصل پر عمل واجب ہوگا تو اس کی ضد پر عمل یقیناً ممنوع اور حرام بھی ہوگا۔

ثابت یہ ہوا کہ جب ڈاڑھی رکھنا بنص حدیث واجب ٹھیرا تو نہ رکھنا اسی حدیث سے حرام و ناجائز بھی ثابت ہوا۔ ورنہ اگر رکھنے کے وجوب کے ساتھ نہ رکھنے کا جواز بھی جمع کر دیا جائے تو یا وہ وجوب باقی نہ رہے گا جو مسلمہ تھا اور باقی رہیگا تو اجتماع ضدین پیدا ہو جائے گا کہ ایک شے واجب بھی ہو اور نہ بھی ہو جو بلاشبہ محال ہے۔ بہرحال اس تقریر کی رو سے ڈاڑھی پست کرنے کی ممانعت و حرمت اسی حدیث سے ثابت ہو جاتی ہے جس سے ڈاڑھی

Marfat.com

رکھنے کی ضرورت ثابت ہوئی تھی۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ ڈاڑھی رکھنے کا وجوب تو دلیل مطابقی سے ثابت ہوتا ہے اور نہ رکھنے کی ممانعت دلیل التزامی سے جس سے نفس ثبوت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ڈاڑھی نہ رکھنے کی ممانعت صریح الفاظ میں

لیکن اگر اس اصولی ثبوت پر قناعت نہ کرتے ہوئے اس کی دلیل کی ضرورت سمجھی جائے جس میں ڈاڑھی پست کرانے کو صراحۃً ممنوع و ناجائز قرار دیا گیا ہو تو شریعت میں یہ پہلو بھی تشنہ نہیں ہے یعنی جس طرح ڈاڑھی رکھنے کے وجوب کے لئے اصولی اور جزئی دونوں قسم کے دلائل موجود ہیں ایسے ہی اس کے نہ رکھنے کی ممانعت اور حرمت کے بارے میں بھی اصولی اور جزئی دونوں قسم کے ثبوت ذخیرہ دلائل میں موجود ہیں۔ چنانچہ جس طرح ڈاڑھی رکھنے کے بارے میں اوّلاً اسے قواعد کلیہ سے واجب ثابت کیا گیا تاکہ اس کی ضرورت واضح ہو جائے پھر اسے سنتِ انبیاء بتلایا گیا تاکہ اس نسبت پاک سے ہی مخاطب کے دل میں اس کی رغبت بیٹھ جائے اور پھر ڈاڑھی رکھنے کا صریح حکم دیا گیا تاکہ انبیاء کی متابعت اور

Marfat.com

ان کی ساتھ مشابہت کی نوبت پیش آجاتی ہے بالکل اسی طرح داڑھی پست کرنے کو بوجہ ان دو منشاء ظلم ہونے کے اولاً قواعد کلیہ سے ممنوع ثابت کیا گیا جیسا کہ ابھی واضح ہوا پھر سنت کفار فرمایا گیا تاکہ اولاً اس نسبت ہی سے مخاطب کے ذہن میں اس فعل کی نفرت پیدا ہو جائے اور پھر مخالفت کا صریح حکم دیا گیا ہے تاکہ اس منڈانے اور پست کرانے کی صریح ممانعت بھی ہو جائے۔ چنانچہ داڑھی کے منفی پہلو کے بارہ میں اولاً حدیث کی حکم ملاحظہ فرمائیے جس میں داڑھی نہ رکھنے کو سنت کفار بتلا کر اس سے نفرت دلائی گئی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واعفوا اللحی (مسلم)
مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس (مسلم)
مونچھیں کترواؤ اور داڑھیاں لمبی چھوڑ دو۔

مشرکین داڑھی منڈاتے تھے جیسا کہ آج بھی منڈاتے ہیں اور مجوس داڑھیاں کترواتے تھے اس حدیث میں دونوں کی

Marfat.com

مخالفت کا حکم دے کر واضح کیا گیا ہے کہ یہ دونوں سنتیں کفار کی ہیں پھر
اس سنت میں جبکہ ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا تو اس کے معنی
اس کے سوا اور کیا ہوسکتے ہیں کہ نہ ڈاڑھی منڈاؤ نہ کتراؤ تاکہ مشابہت کفار
سے بچ کر مشابہت انبیاء سے سرفراز ہوجاؤ۔ اور یہی صریح حکم مخالفت
ہے ڈاڑھی کے پست کرانے سے پس اس روایت میں ڈاڑھی کے
منفی اور مثبت پہلو دونوں آگئے۔ فرق یہ ہے کہ منفی پہلو عبارت
میں صراحتہً موجود ہے اور مثبت پہلو دلالت کے پردہ میں چھپا ہوا
ہے مگر اس سے نفس ثبوت میں فرق نہیں پڑتا۔

بہرحال اس حدیث سے عمومی طور پر نہیں بلکہ خصوصی طور پر صاف
وصریح الفاظ میں ڈاڑھی پست کرانے کی ممانعت واضح ہوگئی جو مطلوب
تھی حاصل یہ نکلا کہ جس طرح ڈاڑھی رکھنا فی نفسہ بھی مستحسن اور ضروری
تھا کہ مرد کا وقار اور جمال اس میں مضمر تھا اور جیسا کہ وہ بوجہ تشبہ بالانبیاءؑ
بھی مستحسن تھا کہ سنت انبیاء تھا۔ ایسے ہی ڈاڑھی نہ رکھنا فی نفسہ بھی
ممنوع ثابت ہوا کہ خلاف وقار وجمال ہے کہ روایات خمسہ کا مفاد تھا
اور بوجہ تشبہ بالکفار بھی ممنوع ثابت ہوا کہ یہ ایک مستقل دینی ضرر ہے
جیسا کہ عبداللہ ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی مذکورہ دو روایتوں کا
مفاد ہے۔ اور اس طرح اصالۃً اور نصاً ڈاڑھی کے منفی پہلو یعنی نہ رکھنے

Marfat.com

کے ممانعت پر دوہری روشنی پڑ گئی۔

ڈاڑھی بڑھانا طاعت اور منڈانا معصیت ہے

ظاہر ہے کہ جب حکم واجب کی تعمیل پر اجر و ثواب ملتا ہے تو اس کی خلاف ورزی پر زجر و عقاب بھی ہونا ضروری ہے ورنہ جیسے واجب کے خلاف کے جائز ہونے کی صورت میں واجب واجب نہیں رہتا تھا ایسے ہی واجب پر اجر لازمی ملنے کی صورت میں خلاف پر زجر اور وِزر (گناہ) نہ ہونے سے وہ اجر اجر لازم نہیں رہے گا صرف اجر تبرع ہو جائے گا جس کا نہ ملنا ضروری تھا نہ ملنا ضروری اور اس میں گفتگو نہیں۔ گفتگو صرف اجر لازم میں ہے جو واجب ہی پر ہو سکتا ہے اندریں صورت جب کہ ڈاڑھی رکھنا سنّت انبیاء ہونے کی وجہ سے مامور بہ اور حکم واجب ہے تو اس اصول پر اس میں ثواب ملنا بھی حسب قواعد شرعیہ لازمی اور ضروری ہے کہ اطاعت امر پائی گئی اور اس کا قدرتی اور شرعی تقاضا یہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی یعنی ڈاڑھی پست کرانے پر جو سنّت کفار و فجار ہے خواہ منڈا کر ہو جو مشرکین کا فعل ہے یا خشخشی کرا کر ہو جو مجوس کا فعل ہے عقاب و عذاب ہونا بھی ضروری ہے کہ مخالفت حکم پائی گئی۔ ورنہ اگر ڈاڑھی پست کرنے پر عذاب نہ ہو تو ڈاڑھی

Marfat.com

بڑھانے پر ثواب کے لازم ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے اس اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ڈاڑھی رکھنے پر ثواب ہونا ضروری ہے ورنہ امر کے وجوب کا مفاد اور مامور بہ کے بجالانے کا اثر ہی کالعدم ہو جائے گویا شے کی خاصیت ہی باطل ہو جائے جو خود باطل ہے جبکہ شارع علیہ السلام کی جانب سے اس اثر اور خاصیت کو ثابت مانا گیا ہے چنانچہ دنیا میں ڈاڑھی کو وقار فرمایا اور آخرۃ میں پل صراط پر ڈاڑھی کے نور ہونے کی خبر دینا اس کی دو اہم خاصیتوں کی اطلاع دینا ہے ان خواص و آثار کو قبول کر لینا ہی اجر اور منافع آخرت کو کھول رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ڈاڑھی پست کرانے پر عقاب و عذاب نہ ہو ورنہ ارتکاب ممنوع کا اثر اور ممنوعات شرعیہ میں پھنسنے کے فعل کی قدرتی خاصیت ہی باطل ہو جائیگی درحالیکہ شارع علیہ السلام نے احادیث مذکورہ میں اس خاصیت کو بھی کھولا اور ثابت مانا ہے۔ چنانچہ ڈاڑھی پست کرنے کو مشرکین و مجوس کا فعل بتلا کر اس کی خاصیت یہ ارشاد فرمائی ہے کہ من تشبہ کا مرتکب والا اور کفار کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے والا انہی میں سے ہو جائے گا اور بالآخر انہی کے انجام میں شریک بن جانے کا مستحق ٹھہر جائے گا ظاہر ہے کہ یہ ٹھکی فساد و عذاب ہی سے ڈرانے کے لئے ہو سکتی ہے خواہ وہ دنیا میں دیا جائے کہ تشبہ کی وجہ سے اسے کفار ہی کا ایک فرد سمجھا جانے لگے

Marfat.com

اور مسلمانوں کی دعا، حقوق و معاملات کی شرکت اور آخر کار میراث نماز جنازہ اور مقابر مسلمین سے محروم ہو جائے یا آخرت میں سر ڈالا جائے کہ فتنۂ قبر و حشر اور فتنۂ جہنم کی سزائیں اسے بھگتنی جائیں چنانچہ اس وبال و نکال کو اس کے جامع عنوان سے اس حدیث میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

من تشبہ بقوم فھو منھم جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی (جس سے وہ اسی قوم کا فرد دکھائی دینے لگے) تو انجام کار وہ اسی قوم میں سے ہو جائے گا (یعنی دنیا و آخرت میں جو معاملہ اس قوم کے ساتھ ہوگا اسی نوعیت کا اس کے ساتھ ہوگا) پھر اس مقصد کو حدیث ذیل میں دوسرے عنوان سے یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ

من کثر سواد قوم فھو منھم جس نے کسی قوم کی جماعتی حیثیت بڑھائی (یعنی ان کی وضع قطع میں رل مل کر اور ان میں شمار ہو کر انہی کی بھیڑ میں اضافہ کا سبب بن گیا) تو وہ آخر کار انہی میں سے ہو جائے گا کیونکہ انہی کی جانب اسے مرغوب ہو گئی۔ چنانچہ انہی میں سے ہو جانے کی اس بنیادی علت (ان کی طرف رغبت و میلان) کو قرآن حکیم نے اپنے معجزانہ بیان میں اس طرح ظاہر فرمایا کہ

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ظالموں کی

Marfat.com

ف میلان اور جھکاؤ مت اختیار کرو (کہ ان کے طور طریق اور ان
) سنتوں یا ہیئتوں کو اپنانے لگو) کہیں تمہیں آگ نہ چھو وے (یعنی مبتلا
راب نہ ہو جاؤ) اس سے ڈاڑھی پست کرنے کا (جو سنّت کفار اور ہیئت
لمین ہے جیسا کہ پچھلی حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے) بُرا انجام واضح ہو
تا ہے جسے بجز عذاب وعقاب کے اور کس لفظ سے تعبیر کیا جائے؟

اور ظاہر ہے کہ جب واجب کا امتثال طاعت کہلائے گا جس پر
ب مرتب ہوتا ہے تو ممنوع کا ارتکاب یقیناً معصیت کہلائے گا جس پر عذاب
لب ہوتا ہے ورنہ اس ترتب کے باوجود اگر یہ طاعت و معصیت نہ ہوں
ان پر سزا و جزاء کا مرتب ہونا ہی بے معنی ہو کر رہ جائے اور ترتب ثابت
گیا تو ڈاڑھی رکھنا طاعت اور نہ رکھنا معصیت بھی ثابت ہو گیا۔ بہر
ل ڈاڑھی رکھنے کا امر اور اس پر ثواب کا وعدہ اگر اس کے طاعت
ونے کی دلیل ہے تو ڈاڑھی پست کرنے کی ممانعت اور اس پر
بال دنیا و آخرت کی دھمکی بلاشبہ اس کے معصیت ہونے کی
بھی دلیل ہے۔

اڑھی نہ رکھنے میں معصیت کے دو پہلو

بلکہ جس طرح ڈاڑھی رکھنے کا فعل علاوہ امتثال امر کے متشابہت

Marfat.com

انبیاء کی وجہ سے حقیقتاً دوہری نیکی اور ڈبل طاعت ہے اسی طرح ڈاڑھی پست کرنے کا فعل علاوہ خلاف ورزی امر کے مشابہت کفار کی وجہ سے دوہری بدی اور ڈبل معصیت ثابت ہوتا ہے پس ڈاڑھی پست کرانے میں عصیان کے دو پہلو نکل آئے ایک اصل واجب کا ترک اور دوسرے تشبہ حرام کا ارتکاب۔ اس لئے اگر ڈاڑھی بڑھانے کے لئے اس کی خلاف ورزی کے معصیت ہونے کا ثبوت بھی ضروری ہے تو وجوہ بالا اس کے لئے کافی ہیں جن سے ان کا ڈبل گناہ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

ڈاڑھی نہ رکھنا عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے

بلکہ نظر کو ذرا اور وسیع کیا جائے تو اس فعل (ڈاڑھی پست کرنے) میں جیسے مشابہت کفار کی راہ سے گناہ ہونے کی ایک خاص شان داخل ہوتی تھی کہ اس سے ایک مسلم کی اسلامی ہیئت کفار کی ہیئت میں مدغم ہو کر فنا ہو جاتی تھی جو خسارہ دنیا و آخرت ہے اسی طرح اس فعل میں ایک دوسری مشابہت کی راہ سے بھی ایک اور معصیت ہونے کی شان داخل ہوتی ہے اور وہ مشابہت ہے عورتوں کے ساتھ جس سے مرد کا چہرہ مہرہ عورتوں کے چہرہ سے مشابہ ہو کر اس کی مردانہ ہیئت کو عورت کی زنانہ ہیئت میں

Marfat.com

مدغم کر کے مرد کا ظاہری مردانہ وجود ختم کر دیتا ہے۔ پس اگر کفار کی ظاہری مشابہت اُس پر "فھو منھم" وہ بلحاظ آثار ونتائج انہی کفار میں سے ہو گیا) کا وبال مسلط کرتی تھی جو دنیا و آخرت دونوں میں اس پر پڑتا تھا۔ تو عورتوں کی یہ ظاہری مشابہت اُس پر "فھو منھن" وہ بلحاظ آثار وخصوصیات انہی عورتوں میں سے ہو گیا) کا وبال مسلط کر دے گی جو دارین میں ان پر پڑے گا۔ پس اگر وہ تشبہ اس وجہ سے گناہ تھا کہ اس سے دو گروہوں کا خصوصیاتی فرق مٹ کر حدودِ الٰہی کی تخریب ہو جاتی تھی تو یہ تشبہ بھی اسی لئے گناہ ہوگا کہ اس سے دو صنفوں کا خصوصیاتی فرق مٹ کر حدود خداوندی کی تخریب ہوتی ہے۔ اس لئے شریعت نے اس تشبہ کو بھی خواہ مرد عورت سے کرے یا عورت مرد سے لعنت قرار دیا ہے کہ یہ خدا کی بنائی ہوئی حدود کو مٹانا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

لَعَنَ اللّٰہُ المتشبھین من	اللہ نے لعنت بھیجی ہے عورتوں سے
الرِّجالِ بالنساء والمتشبھات	تشبہ کرنے والے مردوں پر اور مردوں سے
من النساء بالرجال	تشبہ کرنے والی عورتوں پر۔

اور اس کے بالمقابل ان حدود کو برقرار رکھنے والے مردوں اور مردوں کے اس فطری فعل کو منقبت یاد کرایا گیا ہے یعنی ملائکہ علیہم السلام کی ایک لاتعداد جماعت کی تسبیح ہی حدیث نبوی

Marfat.com

بیں یہ بتلائی گئی ہے کہ

سُبحان من زیّن الرّجال باللحی وزین النساء بالقرون والذّوائب۔	پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھیوں سے زینت دی اور عورتوں کو مینڈھیوں اور چوٹیوں سے زینت بخشی۔

ظاہر ہے کہ ملائکہ علیہم السلام کا مردوں کی زینت ڈاڑھیوں کو بگاڑنا اور عورتوں کی زینت مینڈھی چوٹی کو بگاڑنا اور بگاڑنے نہ دینا درحقیقت اس منشاء خداوندی کی ہمہ وقت تنبیہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھیوں کی مطلوبہ حفاظت کریں اور عورتیں اپنی مینڈھی چوٹی برقرار رکھیں عورتیں اگر چوٹیاں کٹوا ڈالیں گی تو ایک چوٹی ہی نہیں ان کی ناک چوٹی دونوں کٹ جائیں گی اور مرد اگر ڈاڑھی پست کرانے لگیں گے تو ان کی مردانہ زینت ہی نہیں مردانہ وقار بھی ختم ہو جائے گا۔

ڈاڑھی کا جدا کرنا قابلِ تاوان جرم ہے

اس حدیث سے جس میں ڈاڑھی کو مرد کیلئے جمال بتلایا گیا ہے فقہاء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کسی کی ڈاڑھی زبردستی مونڈ دی جائے اور اس کے دوبارہ اُگنے کی کوئی توقع نہ ہے جیسے کسی بال صفا پوڈر سے یا سونے کے استرہ سے صاف کر دی جائے تو مونڈنے والے پر دیت لازم ہو گی کیونکہ اس نے ایک شخص کا جمال

Marfat.com

ضائع کر دیا اور ایک ایسی چیز کو ضائع کر دیا جو قابل علیحدگی نہ تھی جیسے
کسی کا ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالنے پر دیت آتی ہے کہ جمال بھی ضائع ہوتا ہے
اور ایک ایسی چیز جدا کر دی جاتی ہے جو جدا کر دینے کے لئے نہیں
دی گئی تھی ورنہ اگر ڈاڑھی جمال نہ ہوتی یا قابل علیحدگی ہوتی تو اس کے
علیحدہ کر دینے پر دیت آنے کے کوئی معنی نہ تھے گویا جس طرح
ڈاڑھی کا خود جدا کرنا ایک جرم اور قابل تعزیر بات ہے ایسے ہی
دوسرے کا اکراہ و اجبار کے ساتھ اسے جدا کر دینا بھی جرم ہے
جس پر تاوان لیا جاتا ہے۔

ڈاڑھی رکھنے کے وجوب کی ایک دوسری دلیل

پھر تشبہ کی علت کی بناء پر جہاں ڈاڑھیاں پست کرنا حرام ثابت
ہوتا ہے وہیں اس روایت سے ڈاڑھی بڑھانا واجب بھی ثابت
ہو جاتا ہے کیونکہ النھی عن الشئ یقتضی الوجوب لضدہٖ (
کسی شئے کی حرمت اس کی ضد کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔) پس
وہاں احادیث خمسہ میں تو ڈاڑھی بڑھانے کا وجوب دلالت مطابقی
سے اور ڈاڑھی پست کرنے کی حرمت دلالت التزامی سے ثابت ہوتی
تھی اور یہاں اس کے برعکس ڈاڑھی پست کرانے کی حرمت دلالت

Marfat.com

مطابقی سے اور بڑھانے کا وجوب دلالت التزامی سے نکل رہا ہے غرض احادیث امر اور احادیث نہی - دونوں سے ڈاڑھی کی بابت بھی دونوں قسم کے مثبت اور منفی حکم ثابت ہو جاتے ہیں اور جیسے ڈاڑھی بڑھانا ایک خصوصی نص سے واجب ثابت ہوتا ہے جو اس کے واجب ہونے کی کھلی دلیل ہے وہیں ڈاڑھی پست کرنا بھی ایک مستقل اور خصوصی نص سے حرام ثابت ہوتا ہے جو اس کی معصیت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے ڈاڑھی کے بارے میں مثبت اور منفی حکم علیحدہ علیحدہ ثابت ہو گئے۔

ڈاڑھی اور تغییر خلق اللہ

ڈاڑھی پست کرانا تغییر خلق اللہ میں داخل ہے

پھر قطع نظر تشبہ کے یہ ڈاڑھی پست کرانے کا فعل تغییر خلق اللہ اور خدا کے دیئے ہوئے حسن و جمال کی تخریب بھی ہے جس نے مردوں کو مردانہ حسن اور عورتوں کو زنانہ حسن دے کر بطور منت یہی فرمایا ہے کہ

Marfat.com

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ — اس نے تمہیں (ہر ایک کے مناسب حال) صورت دی اور تمہاری صورتوں کو حسین تر بنایا ہے

اس حسن و جمال میں بلا مرضی موجد بدا خلقت اور اسکو بگاڑنا ظاہر ہے کہ کوئی منقبت نہیں معصیت ہی ہو سکتا ہے جسے شیطانی حرکت کہا جائے گا چنانچہ عورتوں کی ایسی تغییر کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے اسے شیطانی ولایت کی کارگذاری سے تعبیر فرمایا ہے۔

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خلق الله ومن يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا۔ — اور یقیناً میں حکم کروں گا انہیں۔ پس وہ لوگ اللہ کی خلقت میں تبدیلی کریں گے۔ اور جس نے اللہ کے علاوہ شیطان کو مددگار بنا لیا، تو وہ کھلے ہوئے نقصان میں پڑیگا۔

اخرو شم (بدن کو گودوانا) اور تفلج (دانتوں کو شو کے لئے ریتوانا) نیز حدیث نبوی میں جب اس لئے لعنت قرار دیئے گئے کہ ان میں اللہ کی بناوٹ کی تخریب ہو جاتی ہے تو ڈاڑھی اور چوٹی کے حسن خداداد کو بلا اذن الٰہی مٹانا گھٹانا کیوں تغیر خلق اللہ میں شامل اور

Marfat.com

موجب لعنت نہ ہوگا؟ یہ الگ بات ہے کہ تغییرِ خلق اللہ کہیں گھٹانے سے ہوتی ہے جیسے ڈاڑھی اور چوٹی اور کہیں بڑھانے سے ہوتی ہے جیسے بغل اور زیرِ ناف کے بال پس جیسے گھٹانے کی چیز کو بڑھانا خلافِ فطرت ہے ویسے ہی بڑھانے کی چیز کو گھٹانا بھی خلافِ فطرت ہے۔ حیرت ہے کہ لوگوں کے نزدیک ناخنوں اور بغل اور زیرِ ناف کے بالوں کے بارہ میں تو حدیث فطرت حجت اور اس کا شرعی حکم ناقابلِ اعتراض ہو لیکن ڈاڑھی کے بارہ میں وہی حدیث اور اس کا حکم نہ حجت ہو اور نہ ناقابلِ اعتراض ہو یک بام و دو ہوائے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر چہرہ کی جمال پسندی اور جمال آرائی کا معیار تو لوگوں نے اختیار کیا مگر ہوائے نفس یا رواج یا ماحول سے مرعوب ہو کر اختیار کیا۔ جیسے ضرورت کے وقت کبھی شریعت کے سر ڈال دیا جاتا ہے اور کبھی بات نہ بننے کی صورت میں صاف ہی کہہ دیا جاتا ہے کہ شریعت نے اس کا کوئی معیار ہی مقرر نہیں کیا بلکہ اسے ہمارے اختیارات تمیزی پہ چھوڑ دیا ہے اس کا حاصل وہی ہے جو مشرکین عرب نواحش کا ارتکاب ہوائے نفس سے کر کے کہہ دیا کرتے تھے کہ

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً ‌ اور یہ لوگ جب کوئی برا کام

Marfat.com

قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ؟

کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پہ پایا۔ اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم فرمایا ہے آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں فرماتے۔ کیا تم ایسی باتیں اللہ پہ لگاتے ہو جنہیں تم جانتے نہیں

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

بہرحال ڈاڑھی پست کرانے میں جیسے تشبہ بالکفار سے معصیت کی شان آتی تھی ویسے ہی تشبہ بالنساء سے بھی آتی ہے اور اس سے زیادہ تغییر خلق اللہ سے آتی ہے۔ اور ان سب کا مشترک خلاف ورزی قانون نکلتا ہے جو معصیت کا اصل سرچشمہ ہے۔ پس جو چیز خلاف ورزی قانون تشبہ بالکفار، تشبہ بالنساء اور تغییر خلق اللہ کی چار وجوہ سے معصیت ہو تو اس کے معصیت ہونے میں کلام کرنے کی آخری گنجائش ہی کیا ہو سکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنے کی ضرورت شریعت نے مختلف عنوانوں سے ثابت کی۔ لفظ فطرت سے تو اس مسئلہ کا بدیہی ہونا بتلایا گیا جس کے لئے دلیل کا مطالبہ گویا کج بحثی کی

Marfat.com

علامت قرار دی گئی - پھر اس لفظ فطرت سے اسے پوری انسانیت کا مشترک مسئلہ ہونا باور کرایا گیا - پھر اسی لفظ فطرۃ سے اس کا آثار صلاح و رشد میں سے ہونا شمار کرایا گیا جس سے ڈاڑھی کے وجود کی تحسین نکلی - پھر لفظ سنّت سے اس کا مرغوب فیہ اور لائق عمل بلکہ لازم العمل ہونا ظاہر کیا گیا - پھر سنت مرسلین کے لفظ سے اس کا اجماعی مسئلہ ہونا واضح کیا گیا جو تمام انبیاء، تمام ملتوں اور تمام شریعتوں میں یکساں مشروع رہا ہے - پھر صیغۂ امر سے ڈاڑھی رکھنے اور بڑھانے کا وجوب ثابت کیا گیا پھر لفظ امر سے اس کے وجوب کا تاکد اور غیر محتمل واجب ہونا بتلایا گیا - پھر ڈاڑھی کے منفی پہلو یعنی ڈاڑھی منڈانے یا کتروانے کی ممانعت ثابت کر کے اس کا معصیت اور گناہ ہونا بتلایا گیا - اور پھر اس کی وجوہ معصیت پر روشنی ڈالی گئی کہ وہ ایک ہی وجہ سے نہیں مختلف وجوہ خلاف ورزی قانون تشبہ بالکفار تشبہ بالنساء تشبہ بالمخنثین اور تغیر خلق اللہ وغیرہ بچند وجوہ معصیت -

ظاہر ہے کہ جو مسئلہ اس درجہ مستحکم اور مختلف الانواع دلائل سے اس طور پر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہو کہ وہ بدیہی بھی ہو نا قابل ملامت بھی ہو لائق تحسین بھی ہو قابل عمل بھی ہو واجب

Marfat.com

بھی ہو سارے پیغمبروں کی سنت بھی ہو سارے اقوام کا اجماعی مسئلہ بھی ہو۔ اور پھر امت کے ہر دور اور ہر قرن میں عامۃ صلحاً وعلماء ائمہ ومجتہدین اور صحابہ وتابعین کا عملی شعار بھی رہا ہو تو کیا اس کے ثبوت اور وجوب کے بارہ میں شبہ کرنا دین سے انتہائی بے خبری اور بد ذوقی ہی کی علامت نہ ہوگا؟ چہ جائیکہ اس کا کھلا انکار بھی دلوں میں ہو؟ تو اس صورت میں اسے سوائے زیغ قلب یا غلط ماحول کے غلط تاثرات اور مرعوبانہ ذہنیت کے اور کس چیز پر محمول کیا جائے؟ بہرحال اس سلسلہ میں جبکہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع امت بلکہ اجماع امم اور اجماع انبیاء ورسل سے شواہد پیش کر دیئے گئے تو اس کا مجمع علیہ طاعت ہونا اور اس کی خلاف ورزی کا مجمع علیہ معصیت ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

ڈاڑھی کی شرعی مقدار

ڈاڑھی کی مقدار کا محدود ہونا اقتضائے فطرت ہے

رہا ڈاڑھی کی مقدار خاص کا مسئلہ سو جیسے ڈاڑھی بڑھانے کا

فطرۃ سے بھی ثابت کیا گیا جو اس کے طبعی ہونے کا ثبوت ہے اور
لفظ سنّت اور صیغۂ امر سے بھی ثابت کیا گیا جو اس کے شرعی ہونے کا
بڑا ثبوت ہے ایسے ہی ڈاڑھی کی ضرورت و مقدار بھی فطرۃ
وسنّت دونوں ہی سے ثابت شدہ ہے جو اس کے طبعی اور
شرعی ہونے کی دلیل اور نوعِ انسانی کی مشترک خواہش ہونے کی
واضح علامت ہے۔ کیونکہ فطرۃ انسانی اپنے خلقی شعور کے سبب
ڈاڑھی میں حد سے گذری ہوئی کمی اور زیادتی کو جس کا نام افراط
اور تفریط ہے برداشت نہیں کرتی بشرطیکہ یہ فطرت بیمار یا
مرعوب یا کم از کم مغلوب الحال نہ ہو چکی ہو اس دائرہ کی افراط
اور زیادتی تو یہ ہے کہ ڈاڑھی کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ طول
وعرض میں جدھر بھی خودرو گھاس کی طرح بڑھے اسی بڑھنے دیا جائے کہ
وہ بڑھتی اور پھیلتی چلی جائے ظاہر ہے کہ یہ صورت حال طبع سلیم
کبھی گوارہ نہیں کر سکتی کیونکہ بقول امام طبری (کما فی النووی) یہ
ڈاڑھی نہیں بلکہ ایک مضحکہ ہے جو تمسخر کرنیوالوں کے لئے دعوت
تمسخر اور خود ڈاڑھی والوں کے لئے منافیٔ جمال و موزونیت ہے۔
ادھر اس کے بالمقابل تفریط اور حد سے گذری ہوئی کمی یہ ہے
کہ ڈاڑھی کا سرے سے صفایا بول دیا جائے جس سے چہرہ مخنثوں

Marfat.com

(عورتوں کا سا ہو کر رہ جائے نہ اس پر مردانہ جمال نہ رہے نہ ہیبت
(وقار یا اتنی پست اور چھوٹی کر دی جائے کہ وہ منہ کے جبڑوں اور ٹھوڑی
کے کناروں سے لپٹ کر رہ جائے جو جمال ہیبت کا نقص اور ہیبت و
(وقار کا خلل ہے۔ غرض انسانی جمال پسندی کا شعور نہ ڈاڑھی کا صفایا
(بر)داشت کرتا ہے نہ اس کی غیر محدود درازی

اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ڈاڑھی کے بارے میں طبع سلیم کوئی ایسی
(پا)بندی ضرور چاہتی ہے جس کے تحت ڈاڑھی نہ اتنی گھٹے کہ اس پر لفظ
(ڈ)اڑھی کا اطلاق نہ ہو جو مامور بہ ہے اور نہ اتنی بڑھے کہ حد تمسخر و استہزاء
(میں) آجائے جو جہل و حمق کی علامت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حد بندی اس
(کے) بغیر ممکن نہیں کہ اس کے طول و عرض میں قطع و برید کر کے ایک ایسی حد
(پر) اُسے ٹھیرایا جائے جس میں نہ غیر معمولی کمی ہو نہ زیادتی۔ گویا یہ حد حدِ اعتدال
(ہو) نہ حدِ افراط ہو نہ حدِ تفریط کہ افراط و تفریط درحقیقت کوئی حد
(ہی) نہیں بلکہ زوالِ حد کا نام ہے۔

(ڈا)ڑھی کا نکالنا یا بڑھانا اختیاری نہیں (صر)ف گھٹانا اختیاری ہے اسلئے گھٹانے (ہی) پر پابندی عائد کیجا سکتی ہے	پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھنا کیونکہ انسان کا اختیاری فعل صرف گھٹانا اختیاری

Marfat.com

ہے اس لئے ڈاڑھی کو معتدل رکھنے کے لئے جو حد بھی مقرر کی جائے
گی وہ گھٹانے کی حد ہو سکتی ہے جسے حدِ قطع کہیں گے نہ کہ حدِ ابقاء۔ یعنی
قطع و برید کی حد ہو گی کہ ڈاڑھی تراشتے تراشتے اس حد پر پہنچ کر رک دی
جائے اس سے زیادہ نہ تراشی جائے۔ کہ یہ اختیاری فعل ہے حدِ ابقاء
نہ ہو گی کہ بڑھاتے بڑھاتے اس حد پر آ کر تھام دی جائے اور بڑھانا
بند کر دیا جائے کیونکہ بڑھانا اختیاری فعل نہیں صرف قدرت کا کام ہے
یوں قدرتی طور پر اس کے بڑھتے رہنے اور اس حد پر پہنچ جانے کا
انتظار کرتے رہنا انتظار کا فعل ہو گا بڑھانے کا فعل نہ ہو گا جس پر مذکورہ
ثمرہ مرتب ہو یہی وجہ ہے کہ ڈاڑھی اس مقدار تک پہنچنے سے پہلے
خواہ کتنی ہی چھوٹی رہے اور اسے اس حد تک پہنچتے پہنچتے خواہ کتنی بھی
مدت لگے اس پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں لیکن اگر اسے گھٹا کر اتنی
چھوٹی کر لی جائے جتنی قدرتی طور پر ابتداء میں تھی خواہ قلیل مدت
ہی کے لئے کیوں نہ ہو تو یہ قابلِ مواخذہ و سرزنش ہے حالانکہ قلت
کی مقدار دونوں صورتوں میں برابر ہے فرق یہی ہے کہ پہلی صورت
غیر اختیاری ہے اس لئے قابلِ گرفت نہیں اور دوسری صورت اختیار
سے پیدا کی جاتی ہے اس لئے قابلِ مواخذہ ہے۔ بعینہ اسی طرح اگر ڈاڑھی
نکلنے سے پینتیس پچاس برس تک بھی صاف اور بے ڈاڑھی کا رہے تو کوئی

Marfat.com

تو اخذہ نہیں لیکن اگر ڈاڑھی نکل آنے پر باختیار خود صاف کیا جائے تو قابل تعزیر و سرزنش ہے خواہ ایک ہی دن کی نیت سے ہو۔ فرق وہی ویلے اختیاری کا ہے۔ پس جیسے اصل ڈاڑھی کو نکال لینا اختیار میں نہیں ایسے ہی اس کا بڑھا دینا بھی اختیار میں نہیں اس لئے ڈاڑھی کی حد بندی کے لئے جو بھی حد مقرر ہوگی وہ اسے بڑھا بڑھا کر کسی مقدار تک لے آنے کی حد نہ ہوگی جسے حدِ بقار کہا جائے کہ یہ فعل اختیاری نہیں بلکہ تراش تراش کر کسی حد تک رُک جانے کی حد ہوگی جسے حدِ قطع کہا جائے گا۔ یعنی جب ڈاڑھی کا گھٹانا ہی فعل اختیاری ہے تو اس پر پابندی بھی عائد ہو سکتی ہے بڑھانا اختیاری نہیں تو اس پر پابندیاں بھی نہیں لگائی جا سکتیں۔ اس کا ایک ثمرہ تو یہ نکلتا ہے کہ ڈاڑھی اگر اس مقررہ حد سے بڑھ جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ یہ فعل قدرتی ہے اور ایک چیز قدرت کی لائی آرہی ہے جسے کسی منافی فعل سے روکا نہیں گیا (یوں اصلاح ہیئت کے لئے اِدھر اُدھر کے بڑھے بال لے لئے جانے اس کے منافی نہیں) لیکن اگر اس حد سے کم ہو جائے تو اس کی گنجائش نہ ہوگی کیوں کہ یہاں تجاوز حدود خود اپنے اختیاری فعل سے سرزد شدہ ہوگا۔

ڈاڑھی کا قابل بقا حصہ لائق حد بندی ہے نہ کہ قابل قطع حصہ۔

پھر اسی سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ

Marfat.com

جب یہ حد حدِ قطع ہو گی کہ اس سے آگے ڈاڑھی نہ کاٹی جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ ڈاڑھی کے سلسلہ میں مقدار معین اگر ہو سکتی ہو تو قابل بقاء حصہ کی ہو سکتی ہے جو کاٹ دینے کے بعد باقی رکھنا ہے نہ کہ قابل قطع حصہ کی جسے کاٹنا مقصود ہے کیونکہ قابل قطع و برید جو بڑھ رہا ہے اور اس لئے وہ کاٹ کر محدود کر دینے کے قابل ہوا ہے وہ قدرتی فعل سے بڑھ رہا ہے۔ اُسے ہم کسی حد پر ٹھیرا دینے کی قدرت نہیں رکھتے کہ اسے کاٹ کر آگے بڑھنے سے روک دیں جس سے قابل بقاء حصہ بھی ختم جائے اور ڈاڑھی کی مقدار معینہ اس سے کم نہونے پائے۔ اسلئے حد بقاء مقرر کر دینے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی البتہ ڈاڑھی کا کاٹ دینا اور کاٹ کر حصہ باقی رکھنا جو محفوظ رہے اور اس سے کم نہونا پائے یہ خود ہمارا فعل ہے اس لئے ہمارے فعل کی حد تک اس باقی ماندہ حصہ کی مقدار بھی معین کیجا سکتی ہے جس کے ہم پابند ہوں گے۔ اب اگر اس سے کچھ بڑھ جائے تو مضائقہ نہیں مگر کم نہونے پائے۔ پس یہ حد بندی ڈاڑھی کے قابل بقاء حصہ کو لئے ہو گی جس کی صورت زائد حصہ کو تراش دینا ہے خواہ وہ کتنا ہی ہو نہ کہ قابل قطع حصہ کو محفوظ کر دینے کی ہو گی کہ ڈاڑھی کو اس سے آگے بڑھنے سے روک دیا جائے وہ اس مقدار پر رُکی رہے۔ اور اس کا نشوونما بند ہو جائے۔ مگر یہ جب ہی ممکن ہے

Marfat.com

کہ قابل تحفظ حصہ کی مقدار معین ہو کر اس سے زائد کو قطع کر دیا جائے نہ یہ کہ قابل قطع حصہ کی مقدار معین ہو کہ اسے قطع کر کے ڈاڑھی اسی حد پہ تھام دی جائے اور بڑھنے نہ دی جائے۔ پس قابل قطع حصہ بڑھتا رہے گا اور ہم اسے کاٹتے رہیں گے جس سے قابل بقاء حصہ خود ہی قائم رہے گا جس میں کمی نہ ہونے پائے گی نہ کہ قابل قطع حصہ باقی رہے گا کہ اس میں زیادتی نہ ہونے پائے گی اس لئے ہمارے اختیار سے اگر حد مقرر کرائی جا سکے گی تو وہ قابل حفاظت حصہ کی مقرر کرائی جائے گی کہ وہ ہمارا اختیاری ہے نہ کہ قابل قطع حصہ کی کہ وہ ہمارے اختیار میں نہیں۔ ورنہ اگر یہ حصہ ہمارے اختیار میں ہوتا تو ڈاڑھی کی قطع برید کی بحث ہی ختم ہو جاتی ہم ابتداء ہی سے اس کے بڑھنے پر پابندی لگا کر اسے اسی مقررہ حد پہ روک دیتے کہ وہ آگے بڑھتی نہ اسے تراشنے کی نوبت آتی۔ بہر حال اس سے واضح ہو گیا کہ یہ حد بندی ڈاڑھی کے قابل بقاء حصہ کی مقدار کو معین کرنی کیلئے ہو تاکہ اس سے زائد حصہ کاٹ دیا جائے نہ کہ قابل قطع حصہ کی مقدار معین کرنے کے لئے کہ اسے کاٹ کر باقی ماندہ حصہ کو اس حد پہ تھام دیا جائے۔

ڈاڑھی کی حد بندی کا پیمانہ قدرتی ہونا چاہیئے

یہیں سے ایک مسئلہ یہ بھی کھل گیا کہ جب اس

Marfat.com

حدبندی کا حاصل یہ ہے کہ ڈاڑھی کی ایک حصہ مقدار کو قائم رکھ کر زائد کو تراش دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس حدبندی کا تعین بغیر کسی معیار اور پیمانہ کے ممکن نہیں جس کی رُو سے مقدار کی کمی بیشی متعین کیجائے تاکہ بیشی کو تراشا جائے اور کمی کو بڑھنے کا موقعہ دے کر اس مقررہ حد تک پہنچنے دیا جائے ورنہ اگر محض تخمین و اندازہ سے ایک ہاتھ میں قینچی لے کر ڈاڑھی کے طول و عرض کو قلم کیا جاتا رہے جبکی نہ کوئی معینہ مقدار ہو نہ مقررہ پیمانہ تو قطع برید کے بعد باقی ماندہ حصہ کبھی بھی یکساں نہیں رہ سکتا کبھی بڑا رہے گا اور کبھی چھوٹا کبھی گول ہوگا اور کبھی لمبوترا کبھی حقیر نظر آئے گا اور کبھی عظیم و کبیر اور ظاہر ہے کہ یہ چہرہ کا ایک تلون ہوگا جس سے اس کا وقار اور قلوب میں اس کی وقعت باقی نہیں رہے گی وقعت ہمیشہ پختگی وضع اور تمکین سے ہوتی ہے روز روز کی تبدیلی وضع چہرہ کو ہدف اشارات و ملامت بنا دے گی گویا دیکھنے والے ہر روز اس انتظار میں صبح کریں گے کہ دیکھیں فلاں صاحب آج کونسے چہرہ سے سامنے آتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ آدمی کے عزت و وقار پر ایک کاری ضرب اور زبردست زد ہے اس لئے ڈاڑھی کے قابل تحفظ حصہ کی مقدار کا متعین ہونا جہاں ضروری نکلتا ہے وہیں اس تعین کے پیمانہ اور معیار کا وجود بھی

Marfat.com

ضروری قرار پاتا ہے۔

ڈاڑھی کی مقدار کا فطری پیمانہ قبضہ یعنی مٹھی ہے

ظاہر ہے کہ اس پیمانہ کے لئے گز یا فٹ اور انچ کو استعمال کرنا خود ایک مضحکہ ہوگا اس لئے پیمانہ بھی مصنوع ہونیکے بجائے قدرتی اور بے تکلف ہونا چاہئے جو ان مصنوعی آلات پیمائش سے بالاتر اور مستغنی ہو سو ایسا پیمانہ جو ہمہ وقت اس طرح اپنے پاس رہے جیسے خود ڈاڑھی رہتی ہے سوائے اپنے ہاتھ کے دوسرا نہیں ہو سکتا جس سے ڈاڑھی کو گرفت میں لیکر دوسرے ہاتھ سے قطع برید کا عمل کیا جائے کہ یہ پیمانہ ہر وقت پاس بھی ہے اور اس کا استعمال ہر وقت ممکن بھی ہے اب اگر ڈاڑھی کی گرفت کے لئے ہاتھ کی صرف دو دو تین تین انگلیاں استعمال کی جائیں تو ظاہر ہے کہ ان سے ساری ڈاڑھی بیکدم تو گرفت میں آہی نہیں سکتی۔ اِدھر اُدھر کا ایک ایک حصہ ہی ان انگلیوں کی گرفت میں آسکے گا جن سے اس حصہ کو تھام کر زائد حصہ کو تراشا جائے گا تو ہر طرف کی گرفت بھی متفاوت ہوگی اور قطع و برید بھی الگ الگ جس سے ڈاڑھی میں یکسانیت کا قائم رہنا ناممکن ہے اور جبکہ پوری ڈاڑھی ہی کا روز روز چھوٹا بڑا ہونا وقار کے خلاف تھا جیسا کہ واضح

Marfat.com

ہو چکا ہے تو ایک ہی ڈاڑھی کے مختلف حصوں اور جہتوں کا چھوٹا بڑا ہونا تو اور بھی مضحکہ انگیز ہوگا اب اگر اس عدم یکسانی کا علاج آئینہ سے کیا جائے یا لوگوں کو سامنے بٹھا کر قطع وبرید میں ان سے ہدایات حاصل کیجائیں اور ان کی تصویب و توثیق پر تراشنے کا مدار ہو تو یہ تکلف ہونے کے علاوہ دوسرے کی محتاجگی بھی ہے اور اپنے بارہ میں دوسروں کے یقین کی غیر ضروری تقلید بھی ہے۔ بلکہ اپنی ساتھ ایک قسم کا تمسخر بھی ہے۔

ڈاڑھی کی فطری اور طبعی مقدار مٹھی بھر ہونی چاہیئے

اس لئے ہاتھ سے گرفت کی معقول صورت یہی ہوسکتی ہے کہ پورے ہاتھ سے مٹھی بھر کر ڈاڑھی گرفت میں لی جائے اور دوسرے ہاتھ سے بیرون گرفت حصہ کو قطع کر دیا جائے یہ ایک ایسا بے تکلف پیمانہ اور سہل ترین عمل ہے جو قدرتی بھی ہے اور غیر کی محتاجگی حتیٰ کہ آئینہ کی توثیق و تصدیق سے بھی مستغنی ہے۔ اب اگر اس گرفت شدہ حصہ ہی کو جو پوری مٹھی میں آجائے ڈاڑھی کا قابل بقاء حصہ قرار دیا جائے تو یہ ایک ایسی معینہ مقدار ہوگی کہ نہ اس میں کمی زیادتی کا کوئی احتمال باقی رہے گا اور نہ عدم یکسانی اور تفاوت سہام نیز قطع برید کے باوجود

Marfat.com

ڈاڑھی کی دو شرعی صفتیں۔ اعفاء و ارخاء کہ ڈاڑھی بڑھی ہوئی بھی ہو اور بال لٹکے ہوئے بھی ہوں تاکہ اعفاء ارخاء ارجاء اور توفیر وغیرہ کے شرعی اوامر کا تقاضا پورا ہو کلیتہً محفوظ ہو جائیں گی اور وہ اعتدال کہ نہ ڈاڑھی کھال سے چپکی ہوئی ہو نہ لٹک کر بے ڈھنگی ہو بہت آسانی سے حاصل ہو سکے گا۔

ریش تراشی کی تین صورتیں

اس ساری بحث کا تنقیحی خلاصہ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو مٹھی میں لیکر قطع و برید کرنے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ ڈاڑھی کا سب سے اوپر کا حصہ جو رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگا ہوا ہے مٹھی میں بھر کر ٹھوڑی سے نچلا حصہ تراش دیا جائے جس سے مٹھی میں دبایا ہوا حصہ تو مونہہ پر باقی رہ جائے اور ٹھوڑی سے نچلا حصہ کٹ کر جھڑ جائے۔

(۲) دوسری صورت بالکل اس کے برعکس یہ ہے کہ ڈاڑھی کے لٹکے ہوئے حصہ کا بالکل نچلا سرا مٹھی کی قدر مٹھی میں پکڑ کر مٹھی کے اوپر کی سمت سے ملے ہوئے حصہ پر قینچی چلائی جائے جس سے یہ مٹھی میں دبا ہوا حصہ تو ختم ہو جائے اور مٹھی سے اوپر اوپر کا حصہ باقی رہ جائے خواہ وہ کتنا بھی لانبا اور چوڑا یا کتنا ہی چھوٹا اور مختصر رہ جائے۔

Marfat.com

(۳) تیسری صورت درمیان کی ہے اور وہ یہ کہ ڈاڑھی کا نہ بالکل اوپر کا حصہ لیا جائے جو رخساروں اور ٹھوڑی کے اوپر جما ہوا ہے نہ بالکل نچلا حصہ لیا جائے جو سینے اور ناف سے قریب ہے۔ بلکہ اسکے بیچ میں ٹھوڑی سے ملا ہوا نچلا حصہ مٹھی میں لیا جائے اور جس قدر مٹھی میں آجائے اسے باقی رکھکر نچلا حصہ کاٹ دیا جائے۔ جس سے یکمشت ڈاڑھی ٹھوڑی سے نیچے لٹکی ہوئی باقی رہ جائے اور اس سے نیچے نیچے کا حصہ کٹ کر ختم ہو جائے۔

مقدار قبضہ کی دو صورتیں بھدی ہیں

غور کیا جائے تو ان تینوں صورتوں میں پہلی دو صورتیں بھدی اور افراط و تفریط کی ہیں جن میں نہ شرعی حدود محفوظ رہتی ہیں نہ طبعی موزونیت البتہ آخر کی صورت جیسے درمیان کی ہے ویسے ہی درمیانی اور متوسط بھی ہے جس میں شرعی اور طبعی حدود کا تحفظ بھی رہتا ہے اور اعتدال کی ساتھ موزونیت بھی ضائع ہونے نہیں پاتی۔ کیونکہ پہلی صورت لی جائے تو اس میں ڈاڑھی کا سب سے اوپر کا حصہ وہ ہے جو جبڑوں اور ٹھوڑی پہ اگا ہوا اور اس سے ملا ہوا ہے اگر ہاتھ کی ہتھیلی جبڑوں اور کلوں پہ رکھ کر اور مٹھی سے اسی تھام کر ٹھوڑی سے نیچے نیچے کے سب بال کاٹ دیئے جائیں تو اول تو وہ مٹھی

Marfat.com

میں آہی نہیں سکتا مٹھی میں آنے کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیاں ڈاڑھی کو گرفت میں لیکر چہار طرف سے اسے گھیرلیں اور بند ہو جائیں لیکن یہاں چہرہ پر ہاتھ کی انگلیاں صرف رخساروں ہی پر پھیل کر رہ جاتی ہیں نہ ٹھوڑی کے غالب حصّے اور بالخصوص اس کے نچلے حصّہ کو مَس کرتی ہیں اور نہ اوپر ٹپٹ پٹی تک ہی پوری پہونچتیں ہیں حتیٰ کہ رخسارے بھی پورے پورے انگلیوں کی احاطہ میں نہیں آتے پس سرے سے انگلیوں کی گرفت ہی نہیں ہوتی چہ جائیکہ گرفت کے ساتھ ہر جہتی بندش اور مٹھی کے بند ہو جانے کی صورت پیدا ہو بالفاظ دیگر وضع ید (ہاتھ رکھدینا) تو ہو جاتا ہے مگر قبض ید (ہاتھ سے قبضہ کرنا) نہیں ہوتا اس صورت میں اگر ان انگلیوں کے احاطہ سے باہر باہر کا حصّہ کاٹ لیا جائے تو ٹھوڑی سے نیچے کا تو پورا حصّہ ہی غائب ہو جائیگا۔ اور رخساروں کے اوپر کا اگا ہوا حصّہ جو انگلیوں میں دبا ہوا ہے عدم یکسانی کے ساتھ کچھ ختم ہو جائے گا اور کچھ باقی رہ جائے گا جس کا نقشہ اور بھی زیادہ بھدا اور مضحکہ انگیز ہو جائے گا گویا ڈاڑھی تو غائب ہو جائے گی اور بھدا پن قائم رہ جائے گا۔ اور اس طرح یہ عمل قلب موضوع ہو جائے گا کہ عمل کیا جا رہا تھا جمال ہیئت کو باقی رکھنے

Marfat.com

بلکہ وہ یالا کرنے کے لئے اور نتیجہ نکلا زوال جمال اور بھونڈے پن کے قائم ہو جانے کا پس اس صورت میں نہ ڈاڑھی کے باقی ماندہ حصہ کی خوبصورتی ہی باقی رہتی ہے نہ یکسانی اور اوپر سے وہ ارسال (بالوں کا لٹکنا) جو مقصود شریعت تھا جس کے لئے اعفاء لحیہ (ڈاڑھی بڑھانے) کا امر کیا گیا تھا وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور اگر کچھ رہتا بھی ہے تو صرف عرض میں جبڑوں پر تو رہ جاتا ہے طول میں قطعاً نہیں رہتا حالانکہ بالوں کے لٹکنے کا زیادہ تحقق ٹھوڑی سے نیچے ہی بالوں میں یعنی طول ہی میں ہو سکتا تھا جن کے لٹکنے سے ڈاڑھی بڑھی ہوئی اور دراز نظر آتی ہے پس طبعی موزونیت بھی باقی نہیں رہتی اور شرعی جمال بھی ختم ہو جاتا ہے اس لئے مقدار قبضہ کی یہ پہلی صورت کہ ڈاڑھی کے سب سے اوپر کے حصہ یعنی جبڑوں اور ٹھوڑی کی حد تک گرفت کرنے کی صورت کسی طرح بھی موزوں نہیں ہو سکتی۔

دوسری صورت یہ تھی کہ اس کے برعکس لٹکی ہوئی ڈاڑھی کے سب سے نچلے حصہ کو پوری مٹھی سے قبضا کر مٹھی سے اوپر کی سمت سے بچے ہوئے حصہ پر قینچی چلائی جائے تو یقیناً قطع تو ایک ہی مشت حصہ ہوا مگر اوپر کے باقی ماندہ حصہ کی کوئی مقدار معین نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ باقی ماندہ حصہ یا تو اتنا دراز باقی رہ جائے کہ ناف تک آ جائے

Marfat.com

جبکہ ڈاڑھی بہت لمبی ہو اور وہی مضحکہ کی صورت ہو جائے اور یا اتنا مختصر ہو جائے کہ ٹھوڑی سے جا لگے جبکہ ڈاڑھی چھوٹی ہو تو اس میں وہ شرعی ارسال اور اعفا باقی نہیں رہتا یا درمیان کے کسی درجہ میں رہے جس کی کوئی مقدار معین نہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں کٹے ہوئے حصہ کی مقدار تو معین رہتی ہے کہ وہ ایک مٹھی تھا لیکن بچے ہوئے حصہ کی کوئی مقدار ہی معین نہیں ہوتی حالانکہ مقدار معین کرنی تھی بچے ہوئے اور رہنے والے حصہ کی کہ وہ کتنا ہونا چاہیئے اور یہ حد بندی کی ہی اس لئے جا رہی تھی کہ ڈاڑھی کے قابل بقا حصہ کی مقدار کا تعین ہو جائے۔ پس پہلی صورت میں جبکہ ڈاڑھی کا چہرے سے ملا ہوا حصہ باقی رکھ کر ٹھوڑی سے نیچے کا حصہ کاٹ دیا جائے تو چہرے کی حد تک تو ڈاڑھی کی حد بندی ہو جاتی ہے مگر استرسال (بالوں کا لٹکا ہونا) باقی نہیں رہتا جو شرعاً واجب تھا اور دوسری صورت میں جبکہ نچلا حصہ تمام کر اوپر سے قطع کیا جائے تو یہ استرسال تو کسی نہ کسی حد تک مشتبہ صورت میں باقی رہتا ہے مگر حد بندی کلیتہً ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اس رہے ہوئے حصہ کی کوئی مقدار ہی معین اور محدود نہیں ہو سکتی۔

مقدارِ لحیہ کی معتدل صورت اس لئے قدرتاً ایسی

Marfat.com

صورت جس میں حد بندی بھی یقینی ہو اور استرسال ڈاڑھی کا لٹکا ہونا بھی قطعی ہو وہی تیسری صورت رہ جاتی ہے جو درمیانی تھی کہ ٹھوڑی کے نچلے حصہ سے ملا ہوا اور لٹکا ہوا ڈاڑھی کا حصہ مٹھی سے قبضا کر باقی ماندہ نچلا حصہ قطع کر دیا جائے تو باقی ماندہ حصہ ایک مٹھی جو باقی رہ جاتا ہے اس میں حدِ اعتدال بھی قائم رہتی ہے اور اس قابل تحفظ حصہ کی حد بھی متعین رہتی ہے کہ وہ یکمشت ہو۔ نیز استرسال اور اعفاء بھی اپنی جگہ برقرار رہتا ہے اور ساتھ ہی یہ مٹھی بھر حصہ کی نچلی حد حدِ قطع بھی ثابت ہو جاتی ہے اسی قابل تحفظ حصہ کو شرعی اصطلاح میں مقدار قبضہ کہتے ہیں کیونکہ یہ مٹھی بھر ہوتا ہے اور مٹھی کو عربی میں قبضہ ہی کہتے ہیں، پس مقدار قبضہ کی عرض کردہ تین صورتوں میں دو صورتیں افراط و تفریط کی ہیں اور یہ ایک آخری صورت اعتدال کی جسے طبعی اور فطری اور معقول صورت کہا جائے گا کیونکہ قبضہ کی اس مقدار کا تعین مقدمات بالا کی رو سے کیا گیا ہے اور یہ سارے مقدمات یعنی ڈاڑھی کی حد بندی۔ حد بندی کا معیار معیار کا قدرتی ہونا۔ قدرتی معیار کا محل خاص میں استعمال اس سے شرعی حدود داراسال کا تحفظ وغیرہ فطری ہیں۔ جنکی طرف طبع سلیم اور فطرۃ مستقیم خود رہنمائی کرتی ہے تو ان سے برآمد شدہ نتیجہ یعنی مقدار یکمشت بمحل خاص بھی

Marfat.com

فطری ہی کہی جائے گی جس سے ڈاڑھی کی اس مقدار کا مع اس حدبندی کے فطری ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

کیا یہ مقدار قبضہ (یکمشت) شرعی مقدار ہے

رہا یہ کہ ڈاڑھی کی قطع و برید کا یہ عمل اور اس کی مقدار قبضہ سے یہ حدبندی جیسے طبعی اور عقلی ہے جیسا کہ واضح ہوا آیا شرعی بھی ہے یا نہیں؟ سو ظاہر ہے کہ جب فطرۃ انسانی فطرۃ اللہ ہی سے بنی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جسے انسانیت عامہ مل کر طبعی جذبہ سے پسند کرے اور اس کی خوبی پر مجتمع ہو جائے وہ شرعاً غیر فطری ہو؟ بلکہ فطرۃ انسانی میں ایسی رہنمائی پیدا ہی فطرۃ اللہ سے ہوتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ڈاڑھی سے متعلق یہ تمام فطری معاملات شرعی بھی ہوں۔

ڈاڑھی کی مقدار قبضہ کا قرآن سے ثبوت

چنانچہ جہاں تک قرآنی تصریحات کا تعلق ہے انبیاء سابقین کی ڈاڑھی یکمشت سے کم ثابت نہیں ہوتی بنی اسرائیل کی گئو سالہ پرستی پر جو موسیٰ علیہ السلام کی غیبت اور ہارون علیہ السلام کے ایام خلافت میں پیش آئی جب حضرت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کو واپسی پر حضرت ہارون علیہ السلام پر غصہ آیا اور بجوش جلال میں سرزنش کرتے ہوئے ان کی ڈاڑھی پکڑ لی تو انہوں نے عرض کیا۔

یا ابن اُمّ لا تأخذ	میرے ماں جائے بھائی میری ڈاڑھی
بلحیتی ولا برأسی	اور سر تو نہ پکڑیے۔

ظاہر ہے کہ ڈاڑھی کی یہ پکڑ اور گرفت جو ہاتھ اور مٹھی ہی سے ہو سکتی ہے محض چند انگلیوں سے اس وقت تک صحیح نہیں ٹھہر سکتی جب تک کہ ان کی ڈاڑھی مقدار کو کم از کم ایک قبضہ نہ جانا جائے اگر مٹھی بھر سے کم ہوتی تو وہ پکڑ ہی میں نہیں آ سکتی تھی جس کے لئے ڈاڑھی کی پکڑ کا لفظ استعمال کیا جاتا۔

مقدار قبضہ انبیائے سابقین کا عمل ہے

اس نص قطعی سے ایک سابق پیغمبر کی ڈاڑھی سے کم از کم مقدار قبضہ کا ثبوت ضرور مل جاتا ہے اور جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام سنن فطرۃ میں ایک دوسرے کا اقتدا فرماتے رہے جیسا کہ متعدد آیات قرآنی اور بالخصوص آیۃ کریمہ فبھداھم اقتدہ (اے رسول، انبیائے سابقین کی اقتداء کرو) کے عموم سے واضح ہے اس لئے دل اور عقل دونوں اسے قبول کرتے ہیں کہ کسی

پیغمبر کی ڈاڑھی مقدار قبضہ سے کم نہ ہو پس جیسا کہ ڈاڑھی بڑھانا سارے پیغمبروں کی متفقہ سنّت اور فطرۃ تھی جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوئی ایسے ہی اس کا کم از کم مقدار قبضہ ہونا بھی اس آیت سے ہر پیغمبر کی سنّت نکلتا ہے اور اگر صرف ہارون علیہ السّلام ہی کی حد تک مقدار قبضہ کا وجود ثابت مانا جاوے جیسا کہ الفاظ قرآنی اس بارہ میں واضح ہیں تب بھی اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلام سے پہلے دائرۂ نبوت میں ڈاڑھی کی مقدار کم سے کم قبضہ (مٹھی بھر) ضرور تھی جس سے مقدار قبضہ کا انبیاء سابقین کی سُنّت سے ثبوت مل جاتا ہے۔ اور وہ بھی بہ نص قرآن۔

حضور کی ڈاڑھی کی مقدار بھی یکمشت سے کم نہیں ہو سکتی

پھر فبهداهم اقتده کے تقاضا کے مطابق جبکہ آپ سابقین کی سنتوں کا اقتداء فرماتے تھے اور اس کے لئے مامور بھی تھے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لحیۂ مبارک کی مقدار قبضہ سے کم ہو جو اس اقتداء کا تقاضا ہے پس اس آیت سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کی مقدار کا بھی کم از کم یکمشت ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

بہرحال جہاں تک قرآنی عبارت و دلالت کا تعلق ہے ڈاڑھی کی

Marfat.com

ساتھ ساتھ اس کی ایسی مقدار ضرور ثابت ہو جاتی ہے جو مٹھی میں آسکے اور اسی مقدار کا نام مقدار قبضہ ہے۔

حضور کی ڈاڑھی تراشنے کی حدود

پھر ڈاڑھی کی حد بندی کے سلسلہ میں اگر اس مقدار قبضہ کو ایک مقدار خاص کی حیثیت دی جائے جس سے زائد کا رکھا جانا ضروری نہ ہو تو اس کے لئے طول و عرض میں قطع برید کا ثبوت بھی شرعی روایات میں موجود ہے۔ چنانچہ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من طولھا وعرضھا (ترمذی)

بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی میں سے طول اور عرض دونوں میں سے کچھ حصہ تراش دیا کرتے تھے۔

مقدار قبضہ کا ثبوت حدیث نبوی سے

تراشنے کے بعد کتنا حصہ باقی رہتا تھا؟ آیا وہ ٹھوڑی اور رخساروں سے لگی لگی رہ جاتی تھی جسے خشخشی کہتے ہیں یا لٹکی ہوئی رہتی تھی جس میں استرسال اور اعفاء محفوظ رہتا ہو۔ سو یزید بن فارسی نے جو تابعی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں

Marfat.com

خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان سے ذکر کیا اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان کو میری صورت میں آنے کی قدرت نہیں دی گئی اس لئے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا اور یہ کہکر یزید فارسی سے فرمایا کہ ہاں کیا تم اس شخصیت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو جسے تم نے خواب میں دیکھا؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں! اور اس شخصیت پاک کی صفت اور حلیہ بیان کرنا شروع کیا جس میں ایک صفت یہ بھی بیان کی کہ

مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ	(میں نے دیکھا) کہ ان کی ڈاڑھی نے
هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ	بھر رکھا تھا اپنے دونوں رخساروں
(شمائل ترمذی)	اور ٹھوڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)

ادھر اور ادھر کے درمیان یعنی دائیں اور بائیں رخساروں کی دونوں جانبوں کو ڈاڑھی نے ڈھانپ رکھا تھا (یہ ڈاڑھی کے عرض بیان ہوا) اس سامنے کی جانب کو یعنی ٹھوڑی کی جانب کو بھی ڈھانپ رکھا تھا اور یہ سمت بھی ڈاڑھی سے بھرپور تھی (یہ ڈاڑھی کے طول کا بیان ہوا)

ظاہر ہے کہ ملأت اور بھرپور اور وہ بھی ہر جہتی بھرپور رہی تھی ادھر

اُدھر کی قید کے ساتھ بھرپوری کا لفظ خشخشی یا کتری ہوئی ڈاڑھی کے لئے نہیں بولا جا سکتا جب تک کہ ڈاڑھی نے کانوں کی لو سے لیکر گردن کے سامنے کے سارے حصّہ کو پوری طرح ڈھانپ نہ رکھا ہو۔ اسی کو عرفِ عام میں بھرا ہوا خط کہتے ہیں پھر اس بھراؤ اور بھرپوری کے ساتھ کوئی وجہ نہیں کہ استرسال اور اعفاء ڈاڑھی کے بالوں کا لٹکتا ہوا ہونا کی صفت کو شامل نہ کیا جائے جس کو احادیث قولیہ نے واجب ٹھہرایا ہے اور جس سے یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات بابرکات کو کسی نص کے ذریعہ مستثنیٰ نہیں فرمایا یعنی آپ کے حق میں بھی یہ ارسال واجب تھا تو اس مجموعہ سے ریش مبارک کی وہ مقدار بھی نکل آتی ہے جو ٹھوڑی کے نیچے مٹھی میں آسکے ورنہ ملآن اور استرسال کا مجموعہ نہیں بنتا یہ صفت وحلیہ مبارک سنکر ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لو رائیتہ فی الیقظۃ	(اے یزید) اگر تو اس صورت مبارکہ
ما استطعت ان تنعتہ	کو جاگنے کی حالت میں دیکھتا تو
فوق ھذا	اس سے زیادہ حلیہ مبارک کا نقشہ
(شمائل ترمذی)	نہیں کھینچ سکتا تھا۔

(جو تو نے خواب میں دیکھا ہے) ہو بہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک یہی تھی جو تو نے بیان کی ظاہر ہے کہ اس توثیق کے

Marfat.com

حضور کی ریش مبارک کی یہ مقدار محض ایک تابعی کا خواب نہیں
رہجاتی بلکہ صحابی کا اثر ثابت ہوکر حکم میں مرفوع حدیث کے ہوجاتی
ہے کیونکہ حضور کے قول کو تو قال کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جس سے
روایت کی انتہاء آپ کے کلام پر ہوتی ہے لیکن آپ کے فعل کے
بیان کی انتہاء تو بہرحال صحابی ہی کے قول پر ہوسکتی ہے اسمیں
آپ کے قول کے ذکر کے کوئی معنی نہیں۔ ورنہ وہ فعل نہ رہے
قول ہوجائے۔ اس لئے کسی فعلی حدیث کے مرفوع ہونے کے یہی
معنی ہوسکتے ہیں کہ گو قول تو صحابی کا ہو مگر روایت کی انتہا آپ کے
فعل پر ہو تو حدیث کے مرفوع ہونے کی شان ہے اس لئے اس
سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی کہ حدیث نبوی سے آپ کی ریش
مبارک کے کم از کم مقدار قبضہ ہونے کا ثبوت ہوگیا۔

مقدار قبضہ کے بارے میں صحیح حدیث

اور اگر عمرو بن شعیب کی
اس حدیث کو صاحب تنویر شارح شرعۃ الاسلام کی نقل سے لیا
جائے جن کے معتبر ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ صاحب
مرقاۃ ملا علی قاری وغیرہ ان کے اقوال سے فقہیات اور
روایات حدیث کے بارہ میں (حجت پکڑتے ہیں) تو مقدار قبضہ

Marfat.com

خود حدیث مرفوع ہی سے صراحۃً ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ ان کی
روایت کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عن عمرو بن شعیب	عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ نبی
اَنّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول
کان یاخذ من لحیتہ	وعرض سے تراشتے تھے مقدار قبضہ
طولاً وعرضاً علی قدر	کی حد تک۔ یعنی مقدار قبضہ
القبضۃ شرح شرعۃ الاسلام	رکھتے تھے۔ اس سے زائد حصہ
۲۹۸	اس پر بڑھ جاتا تھا تراش دیتے

تھے تو مقدار قبضہ باقی رہ جاتی تھی۔ بہر حال ایک آیت اور دو
روایتوں کے الفاظ و عبارت سے بطور استنباط مقدار قبضہ
کا فعل نبوی ہونا ثابت ہو گیا۔

مقدار قبضہ کا ثبوت سنت صحابہ سے

اس فعل نبوی کی تائید فعل صحابہ سے ہوتی
ہے جس کے ضمن میں مقدار قبضہ کا سنت صحابہ ہونا بھی ثابت ہو
جاتا ہے جو خود بھی بجائے خود ایک مستقل دلیل اور مضبوط ثبوت ہے
کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی سنتوں کی تشخیص سب سے زیادہ
حضرات صحابہ ہی کے عمل سے ہو سکتی ہے جیسا کہ خود انہی کے اقوال

ان سنتوں کا ثبوت بھی موقوف ہے اور وہی ان کے ہم تک پہنچانے کے اصل مدار ہیں۔ ان صحابہ میں سب سے زیادہ سنن نبوی کے گرویدہ اور فنافی الاتباع حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی غالب شان ہی اتباع سنت ہے۔ سو کتاب الآثار میں امام محمد بن حسن شیبانی امام ابی حنیفہ سے اور وہ ہیثم ابن ہیثم سے اور وہ عبداللہ ابن عمر سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

انہ کان یقبض علی لحیتہ	عبداللہ ابن عمر اپنی ڈاڑھی کی مٹھی
ثم یقص ما تحت القبضۃ	بھر لیتے تھے اور پھر اس مٹھی میں آئے
(رواہ ابوداؤد ونسائی نحوہ)	ہوئے حصہ سے نچلا حصہ کاٹ دیتے

تھے (اس کے ہم معنی ابوداؤد ونسائی نے بھی روایت کیا ہے)

ظاہر ہے کہ اول تو ابن عمر جیسے فانی فی الاتباع اور گرویدہ اتباع سنت سے یہ بعید ہے کہ وہ اس مقدار کے بارہ میں اتباع سنت سے کام نہ لیتے ہوں پھر جبکہ ڈاڑھی رکھنے کی حدیث یعنی احفوا الشوارب واعفوا اللحی (مونچھیں پست کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ) کے راوی بھی خود عبداللہ ابن عمر ہی ہیں تو اس سے صرف یہی واضح نہیں ہوتا کہ ان کے نزدیک ڈاڑھی تراشنے کی حد مقدار قبضہ تھی اور ڈاڑھی کی اس مقدار کا ان کے نزدیک باقی رکھنا ضروری تھا بلکہ غور کیا جائے

تو ان کا یہ فعل حدیث مرفوع کا بیان بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی راوی
پیغمبر کے کسی فعل کو علی الاطلاق روایت کرے جس میں کوئی قید مذکور نہ
اور پھر اس کے اتباع میں جب خود عمل کرنے پر آئے تو حدود و قیود کی
رکھ کر عمل کرے تو یہ اسی کی دلیل ہو سکتی ہے کہ اس کے نزدیک پیغمبر
فعل میں بھی یہ قید ملحوظ تھی ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ پیغمبر کے کسی فعل پر جو بلا قید
و شرط ثابت ہو کوئی صحابی اور وہ بھی ابن عمر جیسا فانی فی الاتباع صحابی اپنی
طرف سے کسی قید کا اضافہ کر دے۔ پس عبداللہ ابن عمرؓ کے اس فعل سے
کہ وہ مقدار قبضہ سے زائد ڈاڑھی کٹوا دیتے تھے مقدار قبضہ کا ان کی سنت ہونا
تو صراحتاً ثابت ہوتا ہی ہے خود حضور کی سنت ہونا بھی دلالتاً ثابت ہو
جاتا ہے ورنہ از خود محض اختراعی طور پر فعل نبوی میں کسی قید کا اضافہ ابن
عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت نہیں ہو سکتا تھا اس سے صاف طور پر نمایاں ہو جاتا
ہے کہ عبداللہ ابن عمرؓ جیسے ڈاڑھی رکھنے اور بڑھانے میں حضور کے متبع تھے
ایسے ہی وہ ڈاڑھی کی مقدار قبضہ کے بارہ میں بھی حضور ہی کے متبع تھے اور
یہ مقدار خود ان کی اختراع کردہ نہیں تھی اگر حضور کو اس عمل پر نہ دیکھتے تو اسے
اپنی سنت نہ ٹھہراتے پس اور بھی کچھ نہیں تو کم از کم اس حدیث کی رو سے
مقدار قبضہ کا سنت صحابی ہونا تو بلا شک و شبہ ثابت ہو جاتا ہے اور وہ
سنت ابن عمرؓ جن کا اتباع نبوی میں راسخ القدم ہونا معروف اور مسلم ہے

Marfat.com

ادھر بھی سنت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھی ثابت ہوتی ہے جس کو ابن عمر کی سنت کے بعد سند کے ساتھ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں نقل کیا ہے۔

رُوِیَ عن ابی ھُریرۃ ایضًا	ابوہریرہ سے بھی یہی روایت کیا گیا
انّہٗ کان یقبض علیٰ	ہے کہ وہ ڈاڑھی کو مٹھی میں لے کر جو
لحیتہ فیاخذ ما فضل	اس سے زائد ہوتی اسے کاٹ
عن القبضۃ۔	دیتے تھے۔

یہاں بھی وہی ابن عمر کی سی صورت حال ہے کہ خود بھی ابوہریرہ حدیث فطرۃ کے بھی راوی ہیں جس میں ڈاڑھی بڑھانا منقول ہے اور خود انہی کا عمل مقدار قبضہ بھی ثابت کر رہا ہے تو اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ حدیث فطرۃ میں جو ڈاڑھی بڑھانا ضروری قرار دیا گیا تھا تو گو قبضہ کی قید اس میں مذکور نہ تھی مگر جبکہ اس روایت کے راوی ڈاڑھی تراشنے میں مقدار قبضہ کی حد سے ایک انچ آگے پیچھے نہیں ہوتے تھے تو یہ اسی کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ قید اس حدیث میں بھی ضرور ملحوظ تھی یا انھوں نے حضور کو اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے مقدار قبضہ کا پابند دیکھا تو وہ جان گئے کہ ڈاڑھی بڑھانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ کم از کم مقدار قبضہ کی حد تک ضرور پہنچی ہوئی ہو گویا مقدار قبضہ کا یہ عمل ان کے نزدیک فعل نبوی ہی تھا جس کی وہ اقتداء

Marfat.com

فرماتے تھے ورنہ وہ اس عمل کو اپنی سنّت وعادۃ نہ ٹھہراتے پس اس سے بھی اس مقدار قبضہ کا سنّت نبوی اور سنّت صحابی دونوں ہونا ثابت ہوگیا۔ قبضہ کے بارہ میں صحابی کا یہ عمل گویا حدیث نبوی کا بیان ہوگیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عمل میں ابن عمر منفرد نہیں تھے، بلکہ دوسرے صحابہ بھی ان کے ساتھ شامل تھے جس سے دور صحابہ میں اس سنّت کے معمول بہ اور مروّج ہونے کا کھلا ثبوت ملتا ہے جو خود اس کی ایک مستقل دلیل ہے کہ ان مقدسین کے اس عام عمل کا ماخذ سنّت نبوی تھی ورنہ صحابہ میں بے دھڑک یہ سنّت اتنی رائج نہ ہوتی لیکن اگر اس سنّت کو صرف صحابہ کی سنّت مان لیا جائے اور اسے حدیث نبوی کا بیان نہ ٹھہرایا جائے تب بھی اس کے واجب الاطاعت ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ سنن صحابہ کی اقتداء کا حکم خود حدیث نبوی میں دیا گیا ہے اور بایں لحاظ ان کی اقتداء بالواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اقتداء ہوگی۔ ورنہ آپ ان کی اقتداء کا حکم دے کر معاذ اللہ اپنی سنّت وشریعت کے متوازی کوئی دوسری شریعت قائم نہیں فرما رہے تھے پس سنن صحابہ درحقیقت سنن نبوی ہیں جن کا ظہور مظاہر صحابیت میں ہورہا ہے ارشاد نبوی ہے۔

اصحابی کالنجوم بایھم	میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس کی
اقتدیتم اھتدیتم	بھی اقتداء کرلوگے ہدایت پاجاؤگے

Marfat.com

بہر حال مقدار قبضہ کا مسئلہ سنت نبوی سے ثابت ہو یا سنت صحابہ سے ہمارے لئے بہر دو صورت حجت ہے اور دونوں ہی سنتیں واجب الاتباع ہیں پس جو داڑھی کی جو مقدار انبیاء سابقین سے بذریعۂ کتاب اللہ مفہوم ہوئی وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی ثابت ہوئی اور وہی سنت صحابہ سے بھی نمایاں ہوئی اس مقدار سے داڑھی کا کم ہونا کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہوتا تو یہ سب امور اس مقدار خاص (یکمشت) کے ثابت شدہ ہونے کے پختہ دلائل ہیں جن سے مقدار قبضہ کا قطعی ثبوت ہو جاتا ہے۔

داڑھی کی مقدار کے بارہ میں امت کا عمل اور فقہاء کی تصریحات

فقہائے امت کے نزدیک داڑھی کی مقدار یکمشت سے کم جائز نہیں

آگے امت کا تعامل دیکھا جائے تو وہ بھی مقدار قبضہ کی پیروی میں اتنی عمومیت کے ساتھ ہے کہ اگر اس پر اجماع امت کا لفظ اطلاق کر دیا جائے تو بے محل نہیں ہوگا چنانچہ شیخ ابن ہمام نے یہ دعوے

Marfat.com

کہا ہے کہ

واما الاخذ منہا وھی دون القبضۃ کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد	لیکن ڈاڑھی کا کاٹنا جبکہ وہ مقدار قبضہ سے کم ہو جیسا کہ بعض مغربی لوگ اور مخنث قسم کے انسان یہ عمل کرتے ہیں تو اسے کسی نے بھی مباح نہیں قرار دیا۔

یعنی تمام فقہاء امت اس پر متفق ہیں کہ ڈاڑھی کا مقدار قبضہ سے کم کرنا جائز نہیں اور یہ اجماع خود ایک مستقل دلیل ہے اس کی وجوب کی۔ لیکن اس مقدار کا وجوب صریح طور پر بھی کلام فقہاء میں موجود ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کے کلام سے مقدار قبضہ کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور وجوب پر روشنی نہیں پڑتی اس کی توجیہ ثابت بالسنۃ سے کیا جانا اس کی واضح دلیل ہے کہ فقہاء ڈاڑھی کی مقدار قبضہ کے بارہ میں وجوب سے کم پر راضی نہیں ہیں۔

پس جن لوگوں نے مقدار قبضہ کو سنت کہدیا تھا تو وجوب ثابت کرنے والے فقہاء کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں سنت سے اصطلاحی سنت مراد نہیں بلکہ بمعنی حدیث ہے جس سے اس مقدار کا ثبوت ہو رہا ہے اور یہ ثبوت بطور وجوب کے ہی نہ بطور

Marfat.com

سُنّت کے جیسا کہ دوسرے دلائل سے واضح ہوا پس یہ توجیہ محض اس لئے کی گئی ہے کہ مقدار قبضہ کے وجوب پر کوئی اثر نہ پڑے بلکہ غور کیا جائے تو یہ توجیہ خود بھی اس کے وجوب کی ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے اوّل تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ مقدار حدیث سے ثابت ہے اور دوسرے یہ کہ یہ ثبوت جب اس کی سُنّت کا نہیں تو یقیناً وجوب کا ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

پھر صاحب درمختار نے بھی مقدار قبضہ کے بارہ میں تقریباً وہی تعبیر اختیار کی ہے جو شیخ ابن ہمام کی تھی جس سے یہ مقدار عامۂ سلف و خلف کی مسلمہ عمومی و اجماعی مقدار ثابت ہوتی ہے چنانچہ فرمایا۔

الحاصل ان عامۃ الکتب	حاصل یہ ہے کہ عامۂ کتب اس پر
علی ان القدر المسنون	شاہد ہیں کہ قدر مسنون (یعنی قدر
ھو القبضۃ ولا بأس	واجب) ڈاڑھی میں مقدار یکمشت
بترکھا ما فوقھا۔ ولکن	ہے۔ اس سے زائد کے چھوڑ دینے میں
الاخذ (بما زاد علی	کوئی حرج نہیں۔ البتہ اولیٰ یہی ہے
القبضۃ) اولی وکذا	کہ مقدار یکمشت سے زائد ہو تو اسے
اجابنی بعض علماء مکۃ	قطع کر دیا جائے۔ یہی جواب مجھے
حین سألتہ عن	بعض علماء مکہ نے بھی دیا جب میں نے

Marfat.com

ھذہ المسئلۃ ۔ ان سے ڈاڑھی کی مقدار کے بارہ میں سوال کیا۔

پس جبکہ قدر مسنون سے کتنی قدر واجب مگر ثابت بالسنۃ کے کیے لیتے گئے ہیں (اور اس لئے لئے گئے ہیں کہ مقدار قبضہ کا وجوب حضور کی قولی اور فعلی حدیثوں کے ملانے سے ثابت شدہ ہے کیونکہ قولی حدیثوں میں انہی امور کو بصیغۂ امر واجب ٹھہرایا گیا ہے جن کو فعلی حدیثوں میں کر کے دکھایا گیا ہے گویا فعلی حدیثیں ان قولیات ہی کی عملی تفسیریں ہیں) تو درمختار کی اس عبارت سے جہاں مقدار قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے وہیں اس پر عامۂ کتب کا اجماع بھی ثابت ہوتا ہے

بہرحال کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، سنت انبیاء سابقین، سنت صحابہ اور سنت فقہاء سے ڈاڑھی کی مقدار قبضہ (یکمشت) کا ثبوت واضح طریق پر مل جاتا ہے اور یہ کہ ڈاڑھی کا اس مقدار سے کم کرنا امت میں کسی نے بھی مباح و حلال قرار نہیں دیا۔

شکیوں کے شبہات

مقدار قبضہ پر شبہ کی مفصل تقریر

ان شرعی تصریحات کے بعد ممکن ہے کہ

Marfat.com

یہ سوال ذہنوں میں کھٹکے کہ ان آیات و روایات سے مقدار قبضہ کا وجود تو ثابت ہو جاتا ہے مگر وجوب ثابت نہیں ہوتا جس کی پابندی ضروری اور لازمی ہے۔ گویا ہم اس مقدار کو مشروع تو مان لیں گے جبکہ وہ سنت سے ثابت ہے مگر وجوب کی حد تک نہیں بلکہ صرف ثبوت کی حد تک کیونکہ ہر ثابت بالسنۃ کا واجب ہونا ضروری نہیں آخر سنن و مستحبات بھی تو کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتے ہیں مگر واجب نہیں ہوتے پس ہم اس مقدار قبضہ کو زیادہ سے زیادہ مسنون مان لینگے واجب تسلیم نہیں کریں گے۔ اگر علماء کی روایت سے اُسے واجب کہنے تک بھی ہم اُتر آئیں تو صرف استنباط کی حد تک جو علما کا ایک فعل ہے کہ انہوں نے ان آیا و روایات سے اخذ کر لیا سو یہ انکا لگایا ہوا ایک حکم ہے نہ کہ نصوص شرعیہ کا لگا ہوا حکم ہے کہ اسے ایجاب کی حد تک مانا جاوے اندریں صورت یہ ایک ظنی وجوب ہوگا حقیقی نہ ہوگا جس کا صریحی ثبوت کتاب و سنت کی کسی نص میں موجود نہیں حاصل یہ کہ کتاب و سنت سے مقدار قبضہ کا حکم تو نکلتا ہو مگر صفت حکم یعنی وجوب نہیں نکلتا شیخ ابن ہمام نے یہ ضرور لکھا ہو کہ "فلم یبحہ احد" (مقدار قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنا کسی نے مباح و حلال قرار نہیں دیا) تو وجوب کا ایک عنوان ہے یا در مختار وغیرہ میں مقدار قبضہ کی

Marfat.com

سُنّت ہونے کے قول کی تاویل ثابت بالسنۃ سے ضرور کی گئی ہے جو بظاہر اس کے وجوب کی طرف اشارہ ہے وغیرہ وغیرہ مگر وہ علماء کی رائے اور ان کے استنباطات ہیں، جو مقدار قبضہ کے کسی صریح امر کی بنا پر نہیں بلکہ عملی روایات سے اخذ کردہ ہیں اور یہ ان کی رائے کا درجہ ہے نہ کہ شرعی حکم کا۔ پس مقدار قبضہ کے واجب ہونے کی نہ کتاب و سُنّت میں کہیں تصریح ہے نہ اس کا کوئی امر صریح ہے کہ ہم اُسے واجب ماننے پر مجبور ہوں اور اس کے ترک پر اپنے کو گنہگار کہنے لگیں۔ بنا بریں ہم علماء کے ان استنباطات کا احترام کرتے ہوئے مقدار قبضہ کو مستحسن ضرور سمجھیں گے لیکن واجب تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ حاصل ہے ان شکوک و شبہات کا جو مقدار قبضہ کے وجوب کے بارہ میں کئے جاتے ہیں۔

جواب کی تفصیل

روایات قبضہ وجوب قبضہ ثابت کرنے کیلئے نہیں آئیں زائد از قبضہ وجوب اٹھانے کے لئے آئی ہیں	جواباً گذارش ہے کہ احقر کے نزدیک مقدار قبضہ کے بارہ

ہیں وجوب کا یہ سوال ہی مہمل اور لایعنی ہے مقدار قبضہ کی یہ روایات ڈاڑھی ہیں اس مقدار کو واجب بتلانے کے لئے آئی ہی کب ہیں کہ ان میں اس مقدار کے وجوب کو تلاش کیا جاتے بلکہ غور کیا جائے تو یہ روایتیں ڈاڑھی ہیں سے وجوب کو ساقط کرنے کے لئے آئی ہیں کیونکہ ڈاڑھی بڑھانے کا وجوب (جس میں پوری ڈاڑھی کے ضمن میں مقدار قبضہ بھی داخل ہے) احادیث خمسہ سے ثابت شدہ ہے جن میں اعفوا اللحٰی وغیرہ کی صیغوں سے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے اور بڑھی ہوئی ڈاڑھی ہیں مقدار قبضہ ضرور داخل ہے بلکہ اول یہی مقدار آتی ہے ثانیاً وہ مقدار شامل ہو گی جو مقدار قبضہ سے زائد حصہ ہے۔ جہاں تک بھی ڈاڑھی بڑھتی چلی جاتے۔

پس جبکہ مقدار قبضہ کا وجوب مع شئ زائد ان احادیث اِعفاء و اِرخاء وغیرہ سے ثابت شدہ ہے تو ان قبضہ والی روایات میں اس کا وجوب تلاش کرنا تحصیل حاصل کے سوا اور کیا ہو گا؟ پس مقدار قبضہ کی یہ روایتیں محض قبضہ کی مقدار کو متعین اور مشخص کرنے کے لئے آئی ہیں اسکا وجوب بتلانے کے لئے نہیں آئیں کہ وہ دوسری روایات (روایات خمسہ اِعفاء و اِخفاء وغیرہ) سے ثابت شدہ ہے۔

بلکہ اگر مزید غور کیا جائے تو یہ روایات قبضہ ڈاڑھی کی کسی مقدار میں وجوب ثابت کرنے کی بجائے اس میں سے ایک حد تک وجوب کو اٹھانے

Marfat.com

اور ساقط کر دینے کے لئے آئی ہیں کیونکہ اعفوا اللحی وغیرہ روایات سے مطلقاً ڈاڑھی بڑھانا واجب ثابت ہوا تھا جس میں کسی معین مقدار کی قید نہ تھی اور وجوب سے ڈاڑھی کا کوئی حصہ مستثنیٰ نہ تھا۔ مقدار قبضہ کی روایات نے بتلایا کہ زائد از قبضہ ڈاڑھی میں سے کاٹ دینا جائز ہے اس کا رکھنا واجب نہیں تو اس کے معنی اس کے سوا اور کیا ہوئے کہ زائد از قبضہ کا بڑھانا واجب نہیں صرف مباح یا مستحب کے درجہ میں ہے۔ پس اعفوا اللحی کے امر سے ڈاڑھی بڑھانے کا جو وجوب اس کے سارے حصوں پر چھایا ہوا تھا وہ زائد از قبضہ سے اٹھ گیا یعنی مقدار قبضہ کو باقی رکھ کر (جو پہلے سے واجب تھی) باقی ماندہ حصہ بڑھانا وجوب سے مستثنیٰ ہو گیا۔ اور اس حد تک کہ اس حصہ کو کٹوا کر آدمی سنت نبوی اور سنت کی پیروی کا اجر و ثواب بھی حاصل کر سکتا ہے۔ پس مقدار قبضہ کی روایتوں نے قبضہ سے زائد حصہ کا وجوب رفع کیا ہے نہ کہ مقدار قبضہ میں وجوب پیدا کیا ہے کہ یہ وجوب تو مقدار قبضہ اور اس سے زائد حصہ میں پہلے ہی سے موجود تھا اس لئے مقدار قبضہ کی روایات میں اس مقدار کا وجوب تلاش کرنا یا تحصیل حاصل ہے یا زائد از ضرورت نا واقفی کی دلیل ہے۔

فقہاء کے اقوال مقدار قبضہ کے لئے موجب نہیں مظہر وجوب ہیں	یا حضرات فقہاء کا مقدار قبضہ کو بیان

Marfat.com

کرتے ہوئے اُسے واجب فرمانا اور اس سے کم ڈاڑھی رکھنے کو مباح وحلال نہ سمجھنا کسی نے وجوب کا بیان نہیں ہے جو ان روایات قبضہ سے ثابت کیا جارہا ہو بلکہ اس وجوب کا اعلان ہے جو احادیث خمسہ سے مقدار قبضہ اور اس سے زائد کے لئے ثابت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان روایات قبضہ سے صرف مقدار قبضہ کی حد تک وجوب رہ گیا ہے اس سے زائد حصہ سے اُٹھ گیا ہے۔ پس یہ بقاء وجوب کا بیان ہے حدوث وجوب کا بیان نہیں۔ اندریں صورت جو لوگ مقدار قبضہ کے وجوب کے دلائل کسی مستقل امر وصریح عبارت سے مانگتے ہیں۔ وہ بظاہر دنیا کو یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ ڈاڑھی کی مقدار خاص کا بیان تو ان روایات قبضہ میں کیا گیا ہے اور ان میں کوئی صریح امر نہیں جو اس مقدار کو واجب بتلائے صرف حضور کے فعل کا بیان کیا گیا ہے جس سے اس مقدار کا وجوب ثابت نہیں ہوتا تو ہم ڈاڑھی میں کسی مقدار کے پابند کیوں بنیں؟ ہمیں اختیار ہے کہ ڈاڑھی کم رکھیں یا زیادہ لیکن اس مغالطہ کی قلعی ہمارے مذکورہ بیان سے کھل جاتی ہے کہ ان روایات قبضہ کا یہ موضوع ہی کب ہے کہ وہ کسی مقدار کا وجوب بتلائیں وہ تو اس مقدار سے زائد کا وجوب ساقط کرنے کے لئے آئی ہیں نہ کہ اس مقدار کا وجوب بتلانے کے لئے خواہ اس مقدار کا ہو یا اس سے زائد حصہ وہ احادیث خمسہ سے ثابت

Marfat.com

ہو چکا ہے۔

حدیث فعلی سے بھی مقدار قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے

یہ دوسری بات ہے کہ ان روایات قبضہ سے بھی خود بخود اس مقدار (قبضہ) کا وجوب نکل آئے کیونکہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل (مقدار قبضہ) قائم رکھنا دوامی ثابت ہوتا ہے جیساکہ حدیث کے متن۔ کان یاخذ من لحیتہ من طولہا وعرضہا (حضور اپنی ڈاڑھی کے طول وعرض میں سے کتر دیا کرتے تھے) میں لفظ کان اسی استمرار ودوام کی طرف مشیر ہے پھر حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کے بارہ میں بھی اس قسم کے الفاظ منقول ہیں جو استمرار ودوام پر دلالت کرتے ہیں پھر تعامل سلف وخلف بھی یہی ہے جو اہل علم وفضل اور اہل رسوخ وقبول ہیں تو ظاہر ہے کہ پیغمبر کا دوامی عمل جس پر مواظبت بلا ترک کی گئی ہو وجوب ہی کی علامت اور دلیل ہوتا ہے اوپر سے تعامل سلف خود ایک مستقل حجت ہے جو مزید برآں ہے اور جب یہ سب فعلی حجتیں ایک چیز پر جمع ہو جائیں تو ان فعلی روایتوں سے بھی وجوب ثابت ہو کر اس وجوب کی قوت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے غرض اس حدیث فعلی سے بھی مقدار قبضہ کا وجوب نکل آتا ہے گویا مقدار قبضہ کا ایک وجوب تو احادیث

Marfat.com

خمسہ سے ثابت ہوا جس میں ڈاڑھی کی تطویل بلا تحدید کے واجب قرار دی گئی ہے جس میں مقدار قبضہ بھی داخل ہے اور دوسرا وجوب مقدار قبضہ کے دوام واستمرار سے ثابت ہوا مگر پہلے وجوب کے بارہ میں تو احادیث خمسہ صریح اور نص ہیں کیونکہ وہ بیان ہی کی گئی ہیں اثبات وجوب کے لئے اور دوسرے وجوب کے بارہ میں احادیث قبضہ نص نہیں کیونکہ وہ اس وجوب کے بیان کے لئے نہیں لائی گئیں بلکہ زائد از قبضہ سے وجوب اٹھانے کے لئے لائی گئی ہیں گو اس سے مقدار قبضہ کا وجوب بھی لازم آجاتا ہے غرض اس طرح مقدار قبضہ کا وجوب مطابقتاً والتزاماً دونوں طرح دو قسم کی روایتوں سے ثابت ہو گیا فللّٰہ الحمد والمنّۃ۔

مقدار قبضہ کے وجوب کا سوال کرنا مہمل سوال ہے

پس سوال ہی غلط ہے کہ مقدار قبضہ کے واجب ہونے کی کیا دلیل ہے؟ سوال بروئے روایات حدیث یہ ہونا چاہئے کہ "ڈاڑھی بڑھانے کے وجوب سے آیا ڈاڑھی کا کوئی حصہ مستثنیٰ بھی ہے یا نہیں" یا علی الاطلاق ڈاڑھی بڑھانا ہی واجب ہے پس اسی دوسرے سوال کا جواب یہ روایات قبضہ ہیں کہ زائد از قبضہ مقدار وجوب سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے لہٰذا اسے کٹایا جاسکتا ہے۔

مقدار قبضہ کو نہ ماننے کا حسی نقصان

پھر بھی اگر کوئی اس مقدار

Marfat.com

قبضہ کے واجب ہونے کو (جس کا وجوب سابقہ روایات سے ثابت شدہ ہے) محض اس لئے تسلیم نہ کرے کہ اس کا صریح امر بقید مقدار کہیں وارد نہیں ہوا جو اس کے وجوب پر دلالت کرے اور یہ روایات قبضہ محض فعلی سنتیں ہیں جن سے قبضہ کے وجوب پر استدلال نہیں کیا سکتا تو نہ تسلیم کرے اس میں کچھ اسی کا نقصان ہے روایت اور اس کے ماننے والوں کا کچھ نہیں کیونکہ اس انکار سے ڈاڑھی بڑھانے کے وجوب مطلق میں تو کوئی فرق نہیں پڑ سکتا کہ وہ تو دوسری روایات سے ثابت شدہ ہے البتہ خود اس منکر ہی کے حق میں اس کی مرضی کے خلاف ایک غم وغصہ کی صورت یہ ضرور پیدا ہو جائیگی کہ مقدار قبضہ کے انکار کا مفاد اس کے حق میں یہ نہیں نکلے گا کہ وہ ڈاڑھی کی مقدار میں آزاد ہو جائے کہ جتنی چاہے رکھ لے، اور جتنی چاہے قلم کر دے یا سرے سے رکھنے نہ رکھنے میں مختار ہو جائے بلکہ یہ نکلے گا کہ اس پر بلا کسی حد بندی کے ڈاڑھی بڑھاتے چلا جانا واجب ہو جائے گا جس کے کسی حصہ کو بھی تراشنے کی اجازت نہ نکل سکے گی کیونکہ جب اس کے نزدیک صرف قولی احادیث ہی اس باب میں حجت ہیں فعلی نہیں تو قولی حدیثیں جو پانچ صیغوں کے ساتھ ابتدا میں ہم نے پیش کی ہیں الّا یہ بلا کسی حد بندی ہی کے ڈاڑھی بڑھانے کا امر ہے اس صورت میں قبضہ کے منکر کو اپنی ڈاڑھی ناف تک بلکہ اس سے بھی نیچے جہاں تک وہ

Marfat.com

جائے لمبائی پڑے گی اور طول و عرض میں وہ کتنی بھی بڑھے اور پھیلے اُسے بحال خود چھوڑ دینا پڑے گا اب وہ تمسخر کی آماجگاہ بنے جیسا کہ طبری کا قول ہے یا احمق اور بے عقل ثابت ہو جیسا کہ امام غزالی کا قول ہے کہ کلما طال اللحیۃ نقص العقل (ڈاڑھی بمقدار واجب سے) جتنی زیادہ لمبی ہوتی جائے گی اتنی ہی عقل ناقص ہوتی چلی جائے گی) پس روایات قبضہ نے تو ڈاڑھیوں کی زیبائش قائم رکھنے کے لئے امت پر احسان کیا تھا کہ ایک حد اعتدال تجویز کر کے اس سے زائد کو تراش دینے کی اجازت دیدی تھی تاکہ آدمی نہ دراز ریش بنکر بے عقل اور بھکڑوں کے تمسخر کی آماجگاہ بنے نہ کوتاہ ریش بنکر عورتوں اور مخنثوں کے مشابہ ہو اور اس طرح اس کا فطری حسن ہیبت اور چہرہ کا وقار و تمکنت قائم رہے۔ لیکن جب ناقدرے لوگ ہیئت کی اس خوبصورتی اور فطری حد بندی کو مانتے ہی نہیں تو انہیں رائے کی آزادی کے بجائے ڈاڑھی کی آزادی صلہ میں ملی گی کہ وہ ان کی رائے کے خلاف جدھر کو بھی جائے بڑھتی چلی جائے گی انہیں اس کے روکنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ خواہ وہ طویل اللحیہ ہو کر احمق ثابت ہوں، یا قصیر اللحیہ ہو کر مخنث کہلائے جائیں۔ پس مقدار قبضہ کی روایات کے انکار کے بعد احادیث قولیہ اپنے

Marfat.com

اطلاق کے ساتھ اس کے سر آپڑیں گی جن میں قبضہ چھوڑنا بھی حدِ قطع ثابت نہ ہوگی۔ پھر اس سے تو بہی بہتر ہے کہ قبضہ ہی کی مقدار کو واجب تسلیم کر لیا جائے۔ اور بقیہ کو غیر واجب مان کر اس کی تراشنے نہ تراشنے میں آزاد رہا جائے تاکہ یہ دونوں نازیبیاں سر نہ پڑیں اور ادھر اس درمیانی صورت سے عدل و اعتدالِ حدود کا رشتہ ہی ہاتھ سے نہ جائے بالخصوص جبکہ یہ مقدارِ واجب سنّت انبیاء سنّت خاتم الانبیاء سنّت صحابہ سنّت فقہاء و علماء اور سنّت اولیاء و صلحاء بھی ثابت ہو چکی ہے اور وہ بھی ایسی ہمیشگی اور دوام کے ساتھ کہ اس میں کبھی احیاناً بھی ترک واقع نہیں ہوا جو یقیناً سنّت سے آگے بڑھ کر وجوب عمل کی دلیل ہوتی ہے اس صورت کے ہوتے ہوئے تو انکار قبضہ سر تا سر خسارہ اور گھاٹا ہی گھاٹا ہے کہ نہ صورت بنتی ہے نہ عاقبت ہی درست ہوتی ہے اس صورت میں تو اگر مقدار قبضہ بقول منکرین کے محض سنّت یا مستحب ہی ثابت ہو تب بھی اسے ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے کیونکہ درصورت سنّیت ڈاڑھی بڑھانے والوں کے لئے تو کچھ بھی نقصان نہیں کہ وہ سنّت پر بھی عمل ضروری سمجھتے ہیں مگر ڈاڑھی پست کرانے والوں کے لئے مصیبت ہے کہ وہ اس سنّت کو چھوڑ کر واجب میں گھر جائیں گے اور اس میں کبھی

Marfat.com

مقدار کا تعین نہیں تو ڈاڑھی بے حد لانبی کرنی پڑے گی جسے وہ برداشت نہ کر سکیں گے بہر حال ڈاڑھی کے ساتھ مقدار قبضہ کا فطرۃ سنت معقول اور منقول ہونا بھی ثابت ہو گیا اور ساتھ ہی اس کا وجوب و لزوم بھی نمایاں ہو گیا یعنی ڈاڑھی بڑھانے کا وجوب احادیث خمسہ سے ثابت ہوا جن میں مقدار قبضہ بھی شامل ہے اور اس مقدار سے زائد ڈاڑھی گھٹانے کا اختیار ان احادیث فعلیہ سے ثابت ہو گیا۔

تقاضائے عشق و محبت

عشق محمدی کا تقاضا ڈاڑھی رکھنا ہے منڈانا نہیں ہے

آخر میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جاتا کہ واجب و فرض اور سنت کی بحث اپنی جگہ صحیح لیکن یہ سب چیزیں استدلالی ہیں گرویدگان بارگاہ نبوت کے لئے جنونوں کی یہ کاوشیں درکار نہیں ان کے لئے تو صرف اتنی حجت کافی ہے کہ یہ فعل محبوب دو عالم نے انجام دیا ہے اور فلاں فعل سے اجتناب فرمایا ہے۔ اس فعل و اجتناب کی استدلالی نوعیت کچھ بھی ہو اور صفت حکم وجوب ہو یا سنت و مستحب عاشق کا مذہب تو یہ ہے کہ

Marfat.com

جو آپ سے ثابت ہے وہ اطاعت ہے اور جس سے آپ کا احتراز ثابت ہے وہ معصیت ہے استدلالیوں کے لئے یقیناً معصیت یہی ہے کہ اس سے صراحتہً روکا گیا ہو لیکن عشاق کے نزدیک معصیت یہ ہے کہ اس سے ان کے عشق پرور دل میں کھٹک پیدا ہوتی ہو عاقل کے نزدیک طاعۃ و معصیت افعال ہیں لیکن عاشق کے نزدیک جذبات و اخلاق ہیں وہاں گنہگاروں سے کہا گیا ہے کہ جو برا فعل کرے وہ گنہگار رہے۔

يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ (جو جہالت سے بری حرکت کرے وہ گنہگار ہے)

مگر عشاق سے کہا گیا ہے کہ الاثم ما حاك في صدرك (جو تمہارے سینہ میں کھٹک پیدا کرے (وہی گناہ ہے) پس وہاں تو حرکات و سکنات پر نیکی و بدی کا حکم لگتا ہے اور یہاں خیالات پر۔ وہاں عملی دنیا پر حکم لگے گا اور یہاں فکری و جذباتی دنیا پر۔ پس استدلالیوں کے یہاں فتوی مفتی سے لیا جائے گا لیکن عشاق کے یہاں فتوی خود اپنے ضمیر سے طلب کیا جائے گا۔

إِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَإِنْ افْتَاكَ المفتون۔ اپنے دل سے فتوی پوچھو مفتی کچھ بھی فتوی دے۔

عقلاء تو قضاءً ہی گنہگار ہوں گے اور یہ عشاق دیانتاً بھی عاصی

Marfat.com

ٹھیریں گے ان کے یہاں شرعی گنجائشیں یعنی رخصتیں مذہب ہوں گی اور ان کے یہاں محبوب دو عالم کی زندگی یعنی عزیمتیں مذہب ہوں گی۔ پس اس اصول پر جبکہ ڈاڑھی شعار محبوب ثابت ہوئی اور مقدار قبضہ بھی اسی کے ساتھ لگی ہوئی ثابت ہوگئی تو اس کے ثبوت کا استدلالی مرتبہ کچھ بھی ہو اور اس کی صفت حکم واجب و فرض یا سنت و مستحب کوئی بھی ہو عاشق کے اتباع و پیروی کے لئے مطلقاً فعل محبوب ثابت ہو جانا ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اگرچہ مفتی اسے سنت بھی کہے تب بھی عاشق اسے فرض ہی کہے گا۔

عملی زندگی کا نقشہ سنت و مستحب تک کو عملی فرض بنا لینے سے بنتا ہے اسکے مراتب کا فرق نکالنے سے نہیں بنتا

علاوہ ازیں سنت و مستحب اور واجب و فرض کی اصطلاحیں عمل کرانے کے لئے نہیں ہیں

بلکہ حکم کا مرتبہ بتلانے کے لئے ہیں جن کا اثر حکم سے انکار یا پہلو تہی کے موقعہ پر ظاہر ہوتا ہے نہ کہ عمل پر آمادگی کے موقعہ پر پس عملی طور پر جب تک مستحبات کو عملی فرض اور عملی واجب نہ سمجھ لیا جائے عملی زندگی کا نقشہ ہی نہیں بن سکتا بنا بریں عمل کے لئے عاقل ہونا ضروری نہیں مگر عاشق ہونا

Marfat.com

از بس ضروری ہے لیکن دعوائے عشق کے بعد عمل کے میدان میں افعال نبوی اور احکام رسالت کے مراتب فعلیت دریافت کرنا اس دعویٰ کی تکذیب اور قلت محبت کی دلیل ہوگا۔ جو عشاق کے مذہب میں خود ایک معصیت ہے۔

عشاق کے حق میں ڈاڑھی بڑھانے کیلئے ضمیر کی آواز بھی کافی ہے

غرض محبت کے دائرہ میں ترک معصیت ضمیر کی آواز ہے

ہوتا ہے قانون سے نہیں ہوتا کسی چور کو نہیں دیکھا گیا کہ اس نے تعزیرات ہند کی دفعات ٹٹول ٹٹول کر اور وکلاء سے ممنوعات قانون کے مراتب ممنوعیت پوچھ پوچھ کر چوری سے توبہ کی ہو بلکہ جب بھی کی ہے ضمیر کی آواز پر ہی کی ہے بنا بریں اس ناکارہ کے خیال ناقص میں محبان بارگاہ نبوت اور عشاق باطن بالخصوص سلسلۂ بیعت وارشاد کے افراد کی عملی زندگی سرتاپا عمل و پیروی ہوتی ہے ان قانونی موشگافیوں میں پھنسنے کی ضرورت نہیں ڈاڑھی اور اس کی مقدار کے لئے محض ثبوت کافی ہے وجوب کی ضرورت نہیں اور جذبات عشق کے بعد ضمیر کی آواز کافی ہے مفتی کے فتوے کی اور واجب و سنت کی تنقیح کی حاجت نہیں۔ لیکن جب وجوب بھی موجود ہو اور مفتی کا فتویٰ بھی تب تو ان عشاق کے لئے ریش

Marfat.com

راشی ڈبل معصیت ثابت ہوگی:۔

بہرحال ڈاڑھی اور اس کی مقدار واجب (مٹھی بھر) کو ترک کرنا نصاً بھی معصیت ہے کہ واجب کی خلاف ورزی ہے۔ دیانتاً بھی معصیت ہے کہ خلاف استحسان ہے ذوقاً اور وجداناً بھی معصیت ہے کہ دعوائے محبت کے منافی اور شئون محبوب کی خلاف ورزی ہے اور فطرۃً بھی معصیت ہے کہ سنت بشری کے خلاف ہے اور اس لئے بھی معصیت ہے کہ بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ایک عمل ہے۔

ڈاڑھی کو شرعاً مستحسن سمجھتے ہوئے ترک کرنا ذوقاً ہی نہیں استدلالاً بھی معصیت ہے

اور جبکہ ڈاڑھی رکھنے کا استحسان شرعی طور پر کسی درجہ میں بھی دل میں موجود ہو اور کون مرد مومن ہے کہ ایسی شرعی تصریحات کے بعد اس کے دل میں ڈاڑھی رکھنے کا کم از کم استحسان دل میں نہ ہو تو قدرتی طور پر ڈاڑھی نہ رکھنے کی برائی بھی اس کے دل میں ضرور موجود ہوگی۔ ورنہ ایمان ہی کی خیر منانی پڑے گی تو ایسی صورت میں ذوقاً ہی نہیں استدلالاً بھی اسکے لئے داڑھی کا پست کرنا روا نہ ہوگا کہ داڑھی کا پست کرنا بہرحال ایک ایسی برائی کا ارتکاب ہوگا جسے اجمالی طور پر محسوس کر رہا ہوگا اور اتنی بات بھی ترک داڑھی کے معصیت ہونے کے لئے کافی ہے جس پر ضمیر گواہ ہوگا۔

Marfat.com

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

تم سے حساب لیں گے پھر جس کو چاہیں بخشیں اور جس کو چاہیں عذاب دیں۔ اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہیں۔

منکرین ڈاڑھی کی حیلہ جوئیوں کے مختلف ڈھنگ

شبہات کی نوعیت

جہاں تک اثبات مسئلہ کا تعلق تھا وہاں تک قرآنی حدیثی فقہی اور عشقی و ذوقی مواد سے مسئلہ کا تحقیقی پہلو واضح ہو چکا ہے اس کے بعد اعتراضات، تاویلات اور الزامات کی کوئی اہمیت اور وقعت باقی نہیں رہتی کہ ان پر توجہ کی جائے۔ تاہم کسی مسئلہ کے تحقیقی پہلو کی ساتھ جب تک الزامی نقشوں کو بھی سامنے نہ لایا جائے اس وقت تک عادۃً اور عرفاً مسئلہ مکمل نہیں سمجھا جاتا اور کہہ دیا جاتا ہے کہ مسئلہ تو ثابت ہوا مگر شکوک قائم رہ گئے۔ اس لئے اس مسئلہ کے بارہ میں منکروں کی طرف سے حیلہ تراشیوں کے جس قدر ڈھنگ ہمارے علم میں آسکے یا تحریراً موصول ہوئے ہم چاہتے ہیں کہ اجمالی طور پر انہیں بھی سامنے رکھ دیں

Marfat.com

ناظرین اس مسئلہ کے تحقیقی پہلو اور اس کے استدلالی وزن کو سامنے رکھ کر ان حیلہ تراشیوں کی لغویت کو سمجھ لیں اور انھیں پہلے ہی سمجھ کر خود ہی نظر انداز کر دیں۔ ہم ناظرین کے ذوق سلیم کے حوالہ کرتے ہوئے ان رویوں کو صرف سامنے لے آئیں گے رد و قدح نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے خیال میں وہ قابل جواب یا قابل التفات نہیں ہیں مسئلہ کی تحقیقی تقریر جو اس مقالہ میں پیش کر دی گئی ہیں وہی ان کی کافی تردید ہے۔

ڈاڑھی کے بارے میں اس مسئلہ سے اختلاف کرنے والوں نے مختلف شکلیں اختیار کی ہیں بعض نے اعراض کی بعض نے تردید بعض نے الزام تراشی کی اور بعض نے حیلہ سازی کی غرض مختلف اندازوں سے اس مسئلہ کو بے اعتبار اور ناقابل عمل دکھلانے کی سعی کی ہے۔

ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔

ڈاڑھی سے بچنے کے لئے گریز کا راستہ

بعض نے تو اس قانون ڈاڑھی رکھنے کی خلاف ورزی ڈاڑھی منڈانے یا کتروانے کی پختگی سے جم کر شرعی دلائل کو سرے سے نذر بے التفاتی کر دیا اور ایسے

Marfat.com

ہو گئے جیسے اس بارہ میں کوئی شریعت ان کے لئے اتری ہی نہ تھی جس سے وہ تمسک کرتے اور عملاً اس کی طرف جھکتے۔ اور اس مصداق بن گئے

نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَرَآءَ ظُہُوْرِہِمْ کَاَنَّہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔	اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔ گویا کچھ جانتے ہی نہیں۔

اور جبکہ اس نوع نے کوئی فکری شبہ یا خیالی خلش پیش ہی نہیں کی تو اس پہ کلام ہی کیا کیا جائے؟

ڈاڑھی سے بچنے کے لئے تاویلات کا راستہ

بعض نے اگر قانون اور دلائل کی طرف التفات بھی کیا تو التفات معکوس کیا یعنی اپنی بدعملی کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے ان شرعی دلائل میں رکیک تاویلات شروع کردیں اور اپنی ہوائے نفس یا رائے خالص کو محفوظ رکھ کر الٹا نصوص شرعیہ کو اپنے مقام سے ہٹانے اور ان کے معانی کو اپنی رایوں کے تابع بنا لینے کے درپے ہو گئے اور یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کے مصداق بن کر رہ گئے۔ انہوں نے کتاب سنت

ور اس کی مستند تشریحات اور ماثور تفصیلات کو اپنے تخیلات فاسدہ کی تائید و تقویت کے لئے بطور حیلہ کار استعمال کیا تاکہ ان کے عمل پر اتباع کا پردہ بھی پڑا رہے اور اس پردہ کی آڑ میں وہ بلا روک ٹوک اپنی ہوائے نفس کی پیروی بھی کرتے رہیں اور دوسروں کو پیروی سنت کا یقین بھی دلاتے رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ہوی اور ہدی میں جوڑ نہ لگ سکا تو ہوی ہی ہوی رہ گئی اور ہدی ان سے رخصت ہو گئی۔ علم کی جگہ ظن نے لے لی اور فہم کا مقام وہم نے حاصل کر لیا۔ جسے وہ اپنی خوش فہمی سے پھر بھی علم و فہم سمجھتے رہے گویا اس کے مصداق ہو گئے۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

اور اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ ہے جو اپنی زبانوں کو کتاب اللہ کے ساتھ پھیرتی ہے تاکہ تم لوگ اسے کتاب اللہ کی بات جانو حالانکہ وہ کتاب اللہ کی بات نہیں ہوتی اور کہتے ہیں کہ یہ تو کل اللہ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں ہوتی۔ اور وہ لوگ اللہ پر افترا باندھتے ہیں اور جانتے بھی ہیں۔

Marfat.com

اس قسم کی رکیک تاویلات ہماری سابقہ تقریروں سے رد کی جا چکی ہیں۔ جو تمہید اور اصل مضمون میں گذر چکی ہیں۔

ڈاڑھی سے بچنے کے لیے حکم کی نوعیت میں بحثیں کھڑی کرنے کا حیلہ

بعض کو یہ جرأت نہ ہوئی یا ان میں اتنی قابلیت تو نہ تھی کہ وہ نصوص شرعیہ میں تاویل و تحریف کر کے اس کے اصلی مفہوم کو بالکل چھپا دیں یا درپردہ اس کا انکار کر سکیں تو انہوں نے دلائل شرعیہ کو اپنی جگہ رکھکر اور اس کے واقعی مفہوم کا اقرار کر کے حیلہ تراشیوں کی راہ اختیار کر لی۔ کسی نے تو حکم شرعی کو بحالہ قائم رکھ کر صفۃ حکم کی بحث چھیڑی کہ آیا ڈاڑھی رکھنا محض مباح ہے یا اولیٰ و افضل ہے مستحب و سنت ہے یا واجب و فرض؟ یہانتک بھی مضائقہ نہ تھا کہ فی الحقیقت ہر شرعی حکم ان صفات میں سے کسی نہ کسی صفت سے ضرور متصف ہوتا ہے لیکن غضب یہ کیا کہ ڈاڑھی کے حکم کی ان صفات استحباب، سنیت وجوب وغیرہ میں سے جو صفت بھی ان کے سامنے آئی اس سے اوپر کی صفت کا نام لیکر انہوں نے نچلی صفت کو ہلکا اور غیر اہم دکھلانے کی کوشش کی گویا وہ قابل عمل ہی نہیں یا ان کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے کہ وہ کسی نچلی صفت حکم کی پیروی کریں جب تک کہ آخری صفت قطعی

Marfat.com

طور پر ان کے سامنے نہ آجاتے اور وہ اسمیں استخفاف یا ہلکاپن بھی پیدا
نہ کرسکیں جس کے یہ معنی ہوئے کہ انکے نزدیک صفات حکم کا تفاوت اور
فرق مراتب ختم ہو کر شریعت کے سارے احکام اگر ایک درجہ کے ہو جائیں
اور وہ بھی صرف آخری درجہ کے یعنی سب کے سب احکام فرض ہی
ہوں تب وہ عمل و تعمیل کے مسئلہ پر غور کریں

چنانچہ ان کے سامنے اگر ڈاڑھی رکھنے کو مستحب کہا جاتا ہے تو
کہتے ہیں کہ مستحب ہی تو ہے سنت تو نہیں کہ اس کی تعمیل کچھ ضروری ہو
محض استحباب تو کوئی مجبور کن دلیل نہیں کہ اس کی پیروی ناگزیر ہو
اور اگر ان کے سامنے اسکی سنیت پیش کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ
"واجب کب ہے" کہ اسکی تعمیل لازمی ہو۔ واجب کے ترک پر تو مواخذہ
اخروی کی دھمکی دی گئی ہے اس لئے وہ لازم العمل ہوتا ہے سنت کا یہ مقام
کب ہے کہ اسے لازم العمل سمجھا جاوے۔ اور جب وجوب پیش کیا جاتا ہے تو
کہتے ہیں کہ یہ کونسا فرض قطعی ہے کہ اس سے گریز ممکن ہی نہ ہو یا استخفاف
کرنا معصیت ہو جیسا کہ فرض میں ہوتا ہے اور عمل میں اطمینان اور وثوق
کیلئے قطعیت کی ضرورت ہے جس سے حکم کے بارہ میں یقین پیدا ہو
اور یہ صرف فرض کا حصہ ہے واجب کا نہیں۔

لیکن ایسے حیلہ جو افراد کے سامنے اگر ڈاڑھی کی فرضیت بھی

Marfat.com

پیش کر دی جائے تو اس مسئلہ میں حیلہ تراشی کو دیکھتے ہوئے ان سے کچھ بعید نہیں جو یہ کہہ دیں کہ یہ فرض سہی لیکن اس کے بارہ میں خدا نے براہ راست ہم پر تو کوئی صحیفہ نازل نہیں کی کہ وہ ضروری العمل ہو ہم ہی جیسے انسانوں کا بیچ میں واسطہ ہوتے ہوئے ہمیں اس کی فرضیت اور قطعیت ہی میں کلام ہے تو پھر اسے بے چون و چرا کیسے تسلیم کرلیں؟ ماننے کے لئے یقین کی ٹھنڈک ضروری ہے اور وہ اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ خدا ہم کو بلاواسطہ کہا سنی فرمائے۔ چنانچہ اس قسم کے حیلہ جو منکرین نے ایک زمانہ میں یہی کہا بھی تھا جس کو قرآن نے نقل کیا ہے

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً

بلکہ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ اسے کھلا ہوا صحیفہ دیا جائے۔

اور اگر کہیں ایسا بھی ہو جاتا کہ بالفرض محال داڑھی کے بارہ میں ان پر کوئی صحیفہ ہی اتر آتا تو شاید وہ یہ کہتے کہ خدا کی آواز تو ہمارے کانوں میں آئی ہی نہیں تو پھر ہم کیسے یقین کرلیں کہ یہ صحیفہ خدا ہی نے ہم پر بھیجا ہے؟ آخر یہود کے گوسالہ پرست فرقہ نے اسی استکبار و جحود اور حیلہ تراشی کی لائن پر چلتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے کہا بھی تھا کہ خدا کی آواز سنے بغیر ہم کیسے یقین کرلیں کہ اسے ہماری گوسالہ پرستی ناپسند ہے۔ ممکن ہے کہ تم نے اپنی ہی طرف سے خدا کے نام پر یہ تہمت لگا دی ہو۔ (العیاذ باللہ)

Marfat.com

لیکن اگر کوئی نرسی صفت انہیں خدا کی آواز بھی سنوا دے تو پھر شاید وہ یہود صفت ہو کر یہ کہنے لگیں کہ ہم نے خدا کو بولتے ہوئے دیکھا تھا ہی نہیں تو پھر کیسے مان لیں کہ یہ اسی کی آواز ہے؟ چنانچہ منکرین یہود نے صورت ربانی سن لینے کے باوجود یہی کہا بھی تھا کہ

لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ۔ ہم اس وقت تک تمہاری بات نہ مانیں گے جب تک اللہ کو کھلے بندوں آنکھ سے نہ دیکھ لیں۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسے لوگوں کو خدا کا جمال جہاں آرا بھی دکھلا دیا جائے تب بھی وہ اپنی ہٹ پر قائم رہیں گے اور اس وقت انکار کا کوئی اور حیلہ تراش لیں گے۔ آخر قوم نوح کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ وہ عالم آخرت میں خدا کے برحق کے روبرو کھڑی ہوکر اور اسے دیکھ کر بھی اس کے سچے کلام کو جھٹلا دے گی وہ تو فرمائیں گے کہ تم نے نوح کی بات کیوں نہیں مانی؟ یہ کہیں گے کہ کون نوح؟ ہم اس نام ہی کے کسی شخص سے واقف نہیں ہم نے انہیں دیکھا تک نہیں نہ یہ ہم میں آئے نہ انہوں نے ہمیں کچھ سنایا۔

بہر حال نہ ماننے کے ہزار حیلے ہیں اور انکار کی ٹھان لینے والوں کیلئے نہ کلام الہی حجت ہے نہ دیدار خداوندی بجز تو بھی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

Marfat.com

۔ظاہر ہے کہ اس راہ کے رہرووں کے سامنے کلام بے سود ہے کیونکہ ان کے یہاں انکار کی کوئی خاص حد ہی متعین نہیں کہ اس سے آگے اقرار و اعتراف کا مقام آ جائے وہ تو ہر حد پہ بھی یہ کہکر پیچھا چھڑا لیں گے کہ اس مقام سے اوپر بھی تو مقام ہے تو پھر نچلا مقام کیوں تسلیم کیا جائے؟ ظاہر ہے کہ یہ عنوان کھلے انکار کا ہے جس میں منکر کو کوئی دلیل ساکت نہیں کر سکتی تو اس نقطۂ نظر کے ساتھ کلام کرنا ہی بے سود بلکہ فضول ہے۔ ماننے والے کو سمجھایا جاتا ہے۔ منکر محض کا جواب سکوت کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا۔

ڈاڑھی سے بچنے کے لئے اختلاف علماء کی عذر داری

بعض حضرات نے اس مسئلہ میں علماء کے اختلاف کی آڑ لی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ مثلاً علماء ہند اسکے وجوب کو بمقدار خاص کے ساتھ ضروری جانتے ہیں اور علماء مصر غیر ضروری۔ پس پہلے علماء باہم نمٹ لیں تب ہمارے عمل کا سوال پیدا ہو جس کے یہ معنی ہوئے کہ پہلے دنیا سے اختلاف رائے کا اصول ختم ہو اور پھر سارے فرعی اختلافات بھی ختم ہو جائیں جن کی شرعاً گنجائش دی گئی ہے تب یہ حضرات عمل کریں۔ دوسرے لفظوں میں ایک شرعی کلیہ پورا کا پورا ٹوٹے تب یہ ایک جزیہ پر عمل کریں۔ اس

Marfat.com

طرح فرعیات کا سلسلہ تو دنیا سے ختم ہوا۔ پھر کلیاتی اختلافات کی بھی جب کہ دنیا میں کمی نہیں تو اس ضابطہ کی رو سے اصولی لوگ بھی اس وقت تک عمل کے میدان میں قدم نہیں رکھ سکیں گے جب تک یہ کلیاتی اور اصول موضوعہ کا اختلاف بھی ختم نہ ہو جائے لہذا امور کلیہ بھی گئے۔

پھر کلیاتی امور کے بعد بنیادی اور اساسی باتوں میں بھی کافی اختلاف موجود ہے تشریح و تفصیلات ہی کا سہی۔ اس لئے یہ طبقہ بھی مذکورہ اصول پر عملی راہ اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ یہ اختلاف بھی ختم نہ ہو جائے بس اصول اساسی بھی رخصت ہو گئے بلکہ یہ اختلافات اس وقت تک نہیں مٹ سکتے جب تک کہ انسانوں کے ذہن و فکر کا فہم و تعقل اور ذوق وجدان کا تفاوت اور اختلاف نہ مٹ جائے اور یہ اسی وقت مٹ سکتا ہے جب فطرۃ انسانی میں تبدیلی ہو جائے۔ اور وہ بظاہر بدل نہیں سکتی کہ لا تبدیل لخلق اللہ تو نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک یہ محال امر واقع نہ ہو جائے ان حضرات کے عمل کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی یعنی وہ ابد الآباد تک عمل نہیں کر سکتے۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عمل سے رکنے کا کوئی واقعی عذر ہے جو یہاں یا آخرت میں مان لیا جائے گا؟ نہیں کبھی نہیں! تو کہنے کی صاف بات یہ ہو گی کہ یہ عمل سے جان چھپانے کی حیلہ جوئی اور بہانہ تراشی ہے جس کے لئے وہ دیانتاً خدا کے سامنے جوابدہ ہیں جہاں تک استدلال کا

Marfat.com

تعلق ہے اسکے ماننے کا اس طبقہ نے کوئی راستہ ہی نہیں رکھا کیونکہ جو کچھ بھی سنت کے طور پر کہا جائے گا اس میں کسی نہ کسی کا اختلاف نکل آنا ممکن ہے اور اختلاف کے ہوتے ہوئے ان کے یہاں نہ کوئی بات قابل تسلیم ہے نہ قابل عمل۔ اس لئے یہاں بھی خموشی کے سوا دوسرا جواب نہیں ہو سکتا۔

ساتھ ہی ان اختلافی جزئیات اور فقہ کی مختلف اور متخالف فرعیات پر امت مرحومہ کا عمل جس میں صحابہ وتابعین ائمہ مجتہدین اور علماء راسخین سب ہی کا عمل داخل ہے مذکورہ اصول پر لغو اور بے اصول ہو جاتا ہے کہ انہوں نے ایسے اختلاف کے ہوتے ہوئے آخر کیسے اور کیوں عمل کر لیا؟ بلکہ اور آگے قدم بڑھاؤ تو آدھی سے زیادہ شریعت جو ان فرعیات پر مشتمل ہے غیر ضروری یا لازم العمل ٹھہر جاتی ہے۔ اس لئے ان شائقین عمل کا یہ عجیب اصول عمل ہے شریعت کے کتنے ہی اصول ختم ہوں کتنی ہی شرعیات مٹیں آدھی سے زیادہ شریعت بیکار ہو اور ان گنت عمل کرنے والے مخلصان امت کا عمل لغو بنے تب ان حضرات کا شوق عمل پورا ہو گیا ایسی ہی پوچ نظریات سے داڑھی کے مسئلہ کو غیر ضروری یا غیر لازم العمل ثابت کیا جائے گا؟

داڑھی سے بچنے کے لئے سنن متواترہ پر قیاس کرنے کا حیلہ

بعض نے اس مسئلہ سے جان چھڑانے کے لئے

الزامی رنگ کی دلیلوں کی آڑ پکڑی اور کہا کہ ڈاڑھی کے متعلق جس قسم کے استدلالات پیش کیے جاتے ہیں اسی نوعیت کے استدلالات بہت سے معاشرتی مسائل لباس وغیرہ کے سلسلہ میں کبھی روایات میں موجود ہیں حالانکہ انھیں کوئی واجب نہیں کہتا، ہاں زیادہ سے زیادہ افضلیت اور استحباب کا دعویٰ کیا جاتا ہے حالانکہ امر و نہی کے صیغے وہاں بھی موجود ہیں تو پھر اس نوع کے طرز استدلال سے ڈاڑھی کے وجوب پہ اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے؟ لیکن اس الزام کو قائم کرتے وقت انھیں اس پر غور کرلینا چاہیئے تھا کہ کسی معاشرتی چیز کو باوجود امر و نہی کے واجب نہ کہنا اسکی دلیل تو ہو سکتا ہے کہ ڈاڑھی کے مسئلہ کی نوعیت اس مسئلہ کی نوعیت سے جداگانہ ہے جس سے صیغہ حکم میں فرق پڑیگا لیکن اسکی دلیل نہیں بن سکتا کہ ڈاڑھی رکھنا واجب نہیں یا امر کا صیغہ ہی وجوب کیلئے نہیں رہا کیونکہ خصوصیات مقام اور خصوصیات نوعیت امر و نہی کی نوعیت تبدیل کر دیتے ہیں جن مسائل میں شعار دین ہونے کی شان ہو وہ امر سے واجب ثابت ہوں گے اور جہاں یہ نوعیت نہ ہو بلکہ وہ سنن زوائد میں سے ہوں جیسے لباس یا عام امور معاشرت اور ان میں عمل نبوۃ کبھی مستمر نہ ہو بلکہ متفاوت رہا ہو وہاں یہی امر و نہی استحباب اور نہی شفقت کیلئے ہو جائیں گے۔ البتہ اس فرق کے بارہ میں قول معتبر علماء راسخین کا ہوگا ہر کس و ناکس کی مرضی و منشاء کا اعتبار نہ ہوگا بہرحال امر و نہی سے لباس یا امور

Marfat.com

معاشرت کے واجب نہ ہونے کی وجہ سے ڈاڑھی کے امر ونہی کے وجوب میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا کہ دونوں چیزیں الگ الگ دو دائروں کی ہیں دونوں کی نوعیت بھی الگ ہے اور دونوں کے آثار بھی جدا جدا ہیں جنھیں ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اگرچہ طریقِ استدلال کی صورت دونوں جگہ یکساں ہے کیونکہ طریقِ استدلال کا انداز فرض و واجب میں بھی وہی رہتا ہے جو سنت و مستحب کے اثبات میں ہوتا ہے مگر پھر بھی فرض فرض رہتا ہے اور سنت سنت

بعض نے ڈاڑھی کے مسئلہ کو ہلکا اور غیر اہم بنانے کے لیے یہ بھی کہا کہ اس مسئلہ میں بعض کتابیں ایسی طویل و بسیط بھی لکھی جا چکی ہیں جن میں کتاب و سنت سے اس کثرت سے دلائل پیش کئے گئے ہیں جس قدر کہ اس مسئلہ میں ممکن ہو سکتے تھے اس کا مقصد اگر محض خبر دینا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کی تصدیق نہ کریں اور مصنف کتاب کیلئے جزاہ خیر کا کلمہ استعمال نہ کریں اور اگر یہ غرض ہے کہ جب ہم نے کثیر الدلائل کتاب کو نہیں مانا تو اس کتابچہ کو کیسے مان سکتے ہیں جس میں دلائل کا اتنا ذخیرہ نہیں تو یہ ذمہ داری نہ ماننے والوں کی ہے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اگر یہ مدعا ہے کہ چونکہ اس مقالہ کے دلائل کا عدد کم ہے اس لئے یہ قابل التفات نہیں تو فن استدلال کی کسی بھی دفعہ کی رو سے اثبات مدعا میں کثرت دلائل درکار نہیں قوتِ دلیل کی ضرورت ہے اگر ایک دلیل بھی صاف وصریح سامنے آجائے تو ثبوت مسئلہ کے لئے کافی ہے پس کسی طویل رسالہ

Marfat.com

کا نام لیکر مختصر رسالہ کو رد کر دیا جانا ایسا ہی ہوگا جیسے فرض کا نام لیکر واجب کو چھوڑ دیا جاتا یا واجب کا نام لیکر سنت و مستحب کا رد کر دیا جانا۔ پھر بھی اگر یہ قلیل الدلائل مقالہ درخور اعتنا نہ ہو تو اس کثیر الدلائل ہی رسالہ کو قبول کر لیا جائے۔ بہر حال اس سے بھی ڈاڑھی رکھنے ہی کا ثبوت دیا گیا ہوگا نہ کہ ڈاڑھی منڈانے کا۔ مقصد تو ہدایت دینی ہے کسی رسالہ اور کسی کے رسالہ سے بھی ہو محض اختلاف آفرینی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ارشاد و تعلیم ہی زیادہ وقعت رکھتی ہے۔

ڈاڑھی سے بچنے کے لئے دلیل خاص کا مطالبہ

بعض نے دلائل کی کثرت اور قوت سے زچ ہو کر آخر کار اس مسئلہ ہی سے دنیا کا رخ پھیرنے کے لئے شخصیتوں کا سوال کھڑا کیا یعنی ڈاڑھی کے مسئلہ میں اس کی سنیت یا وجوب سے تو انکار نہیں کیا اور نہ اس کے قابل عمل ہونے سے منحرف ہوئے مگر اپنی بے قیدی عمل کو برقرار رکھنے کے لئے یہ کہکر نفس فریبی کا حق پھر بھی ادا کیا کہ علماء سلف میں مثلاً فلاں فلاں سے تو اس کے بارہ میں کوئی قول منقول ہی نہیں پھر اسے کیسے مان لیا جائے یا یہ کہ یہ مسئلہ مثلاً جبکہ فقہ حنفی کا ہے تو صاحب مذہب (امام ابی حنیفہؒ) سے تو کوئی قول اس بارہ میں منقول ہونا چاہئے تھا اور جب نہیں ہوا تو یہ فقہ حنفی کا مسئلہ ہی کہلانے کا مستحق نہیں کہ حنفی لوگ

Marfat.com

لئے اس کی تعمیل ضروری ہو لیکن یہ حیلہ عمل سے جان بچانے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔

کہ کسی بھی فقہ کے ہر ہر جزئیہ میں صاحب مذہب کا قول منقول ہونا ضروری نہیں امام مذہب کے سکوت کی صورت میں ان کے فقہ کے ایمن مبصر اور ناقلان مذہب تلامذہ کا قول بھی صاحب مذہب ہی کا قول شمار کیا جاتا ہے اور اس پر بھی عمل کرنے سے آدمی اسی فقہ کے دائرہ میں رہتا ہے۔ بالخصوص جبکہ مسئلہ سماعی بھی ہو قیاسی نہ ہو تو اس میں تو تلامذہ کا قول بہر صورت اوپر کی نقل ہی سمجھا جاتا ہے جسے تلامذہ کا قیاس سمجھ کر تلامذہ کا قول نہیں کہہ سکتے سیکڑوں مسائل میں امام ابو یوسف و محمد و زفر رحمہم اللہ کے اقوال سے استناد کیا گیا ہے۔ کتنی ہی تفصیلات میں مشائخ کے اقوال معتبر مانے گئے ہیں اور وہ سب کے سب فقہ حنفی کے ہی اصول کے تحت ہونے کے سبب فقہ حنفی ہی کی آواز سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ صاحب مذہب سے مخالف قول منقول ہوتا ہے اور پھر بھی ان کے تلامذہ کے اقوال پر فتوی بھی ہوتا ہے جو قول امام کے صراحتہً خلاف پڑتا ہے مگر پھر بھی تعمیل کنندہ اسی فقہ کے پیرو اور صاحب مذہب امام ہی کے متبع سمجھے جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ مذہب کے معنی اقوال کے نہیں اصول کے ہیں جن پر خود اقوال

Marfat.com

مبنی ہوتے ہیں اور فقہ میں درحقیقت انہی اصول کی پیروی کی جاتی ہے قول کی صورت کچھ بھی ہو۔ اگر ان اصول مسلّمہ پر جو صاحب مذہب سے منقول ہو سکے ہیں انکے تلامذہ کے اقوال مبنی ہوں تو نہ صرف یہی کہ وہ واجب التسلیم ہوں گے بلکہ خود صاحب مذہب کا قول سمجھے جائیں گے۔ اور کہا جائیگا کہ اگر صاحب مذہب سے جزئیہ کی صورت میں کوئی قول منقول نہیں تو کلیہ اور اصول کی صورت میں منقول ہے۔ گویا فتویٰ منقول نہیں تو بنائے فتویٰ ضرور منقول ہے جس پر فتویٰ مبنی ہوتا ہے اور وہ اصول اور کلیہ ہی ہیں جس سے فتویٰ تلامذہ نے نکالکر سامنے رکھدیا ہے۔ یا امام کا قول خود اپنے اصول کے خلاف تو یا تو اس اصول کے کسی خاص پہلو کی رعایت پر اور یا وقت کی کسی خصوصیت پر محمول کیا جاتا ہے۔ غرض اس صورت میں امام کے سکوت کو سکوت باوہم نہیں کیا جائیگا بہرحال سماعی مسائل میں امام کا قول منقول ہو یا نہ ہو یا ہو مگر مخالف منقول ہو تو تلامذہ کا قول امام ہی کا قول شمار ہوگا۔ اور واسطہ بلا واسطہ جزءاً یا کلاً قول امام کو ضرور کہیں اور سے منقول مانا جائیگا۔ اندریں صورت اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ "اگر داڑھی کا مسئلہ ضروری ہوتا تو اس بارہ میں امام ابی حنیفہ کا کوئی قول ضرور ہوتا اور جب نہیں ہے تو ثابت ہو گیا کہ مسئلہ غیر ضروری العمل ہے" محض تفنن طبع اور حیلہ جوئی ہے بیان حقیقت نہیں اور نہیں کہا جاسکتا کہ "اگر یہ مسئلہ غیر ضروری ہوتا تو امام صاحب کا کوئی قول مخالف ضرور منقول ہوتا اور جب نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ مسئلہ ضروری العمل ہی اس صورت

Marfat.com

ہیں منکروں کو کسی تائیدی قول کے مطالبہ کی گنجائش نہیں بلکہ مثبتین کو اپنی مخالف
قول دکھلانے کے مطالبہ کا موقع ہے جیسے وہ نہیں دکھلا سکتے پس مخالف قول
وہ نہیں دکھلا سکتے اور تائیدی قول سکوت کے تحت ہی نفی کے تحت نہیں جو حکم
بیان کیے ہے جبکہ معترض بیان میں ہے اسلئے حجت اگر ہاتھ میں ہونی ہے تو مثبتین
ہونی ہے نہ مخالفین کے پس اگر بالفرض امام صاحب کا کوئی تائیدی قول منقول
نہیں تو کوئی تردیدی قول بھی منقول نہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ منفی پہلو کو تو سامنے
لیا جائے اور مثبت پہلو کو پس پشت ڈال دیا جائے درحالیکہ کسی مسئلہ
ماننے یا منوانے کا یہ کوئی با اصول طریقہ نہیں کہ اس مسئلہ میں فلاں عالم نے
کچھ نہیں کہا لہذا وہ غلط ہے" بلکہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فلاں نے یہ کہا اور
فلاں اصول کی رو سے وہ صواب ہے یا خطاء بہرحال مسئلہ کا ثبوت مثبت پہلو سے
ہوتا ہے منفی سے نہیں۔ اس کی بناء قول پر ہوتی ہے عدم قول پر نہیں مذکور
پر ہوتی ہے مجہول پر نہیں اس لئے قائلین کے اقوال کو چھوڑ کر ساکتین
سکوت کو بطور معذرت پیش کرنا حیلہ جوئی ہے نہ کہ معذرت یا حجت ۔

یہ ساری گفتگو علی سبیل التنزل اس تقدیر پر بھی کہ مسئلہ زیر بحث میں امام
ابوحنیفہ کا کوئی قول فقہ حنفی میں منقول نہ ہو جیسا کہ ڈاڑھی سے گریز کنندوں
تحدی کے ساتھ بڑنگ مطالبہ کیا ہے کہ امام صاحب کا ڈاڑھی کے بارہ میں کوئی
قول ہے ہی نہیں تو اس مسئلہ پر فقہی حیثیت سے کیسے غور کیا جائے لیکن واقعہ

Marfat.com

ہے کہ ان حضرات نے جوشِ انکار میں بلا مطالعہ یا سرسری مطالعہ سے یہ مذکورہ
دعویٰ کیا۔ ورنہ امام صاحب کا قول ڈاڑھی اور اس کی مقدار کے بارہ میں صراحۃً
موجود اور نقل ثقات سے منقول ہے امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں۔

محمد قال أخبرنا ابو حنيفة	محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی
عن الهيثم عن ابن عمر انه	ابو حنیفہ نے انہوں نے روایت کی ہیثم
كان يقبض على لحيته ثم	سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے
يقص ما تحت القبضة	کہ وہ (ابن عمر) اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیکر
قال محمد وبه نأخذ	مٹھی بھر سے زائد کو جو مٹھی کے نیچے لٹکی ہوئی
وهو قول ابي حنيفة رح۔	ہوتی کٹوا دیتے تھے امام محمد نے فرمایا
کتاب الآثار صفحہ ۔۔۔ مطبوعہ انوار محمدی	ہم اسکو اختیار کئے ہوتے ہیں اور یہی
پریس لکھنؤ	قول ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا

اب جبکہ وہ مزعومہ کردہ چیز بھی سامنے آ گئی جس کی بنا پر سائل نے
عمل ڈاڑھی رکھنے کی ضرورت سے انکار کر دیا تھا کہ اس بارہ میں
امام ابو حنیفہ کا قول دکھلایا جائے۔ جس کا دکھلانا گویا اسکے نزدیک
ممکن نہ تھا تو اب عمل کرنے میں کیا حیل حجت باقی رہی؟ معترضین نے
اپنے نزدیک گویا تعلیق بالمحال کی صورت پیدا کی کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ
رادھا ناچیگی نہ فقہ کی عام متداول کتابوں میں امام صاحب کا قول ملیگا

Marfat.com

نہ عمل کا یہ فریضہ ہم پر عائد ہوگا۔ لیکن فقہ حنفی چند درسی کتابوں کا
نام نہیں بلکہ وہ ایک عظیم ذخیرہ ہے جو درسی غیر درسی کتابوں کے
طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے چنانچہ اسی میں سے روایت مذکورہ
نکل آئی اور امام صاحب کا قول بھی سامنے آگیا۔ اب جبکہ منہ مانگی
دلیل مل گئی تو ایک اقراری حیثیت سے اقوال کو اپنے موجودہ موقف
پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت نہیں؟

خاتمہ کلام

ہم نے اختتام کلام پر سب سے آخر میں امام ابی حنیفہ کا قول اس لئے پیش کیا کہ ایک
حنفی کے لئے کتاب وسنت کے عظیم الشان قصر میں داخل ہونے کا
دروازہ فقہ حنفی ہے۔ کتاب وسنت سے اس مسئلہ کے استنباط
کرنے میں فقہائے اور بالفاظ دیگر امام ابی حنیفہ کی عبارت اور تصنیف
رسی سے رہنمائی کی اس لئے اس سلسلہ میں جہاں تک تحقیق کا
تعلق ہے ان کا قول اول بھی ہے اور آخری بھی ہے۔ اور اسی
سائلین سے بالآخر میدان میں اسی قول کے مطالبہ کیا حنفیت کا
نام لینے والوں کا کام کہ اسی قول پر ختم کیا تاکہ ذہنوں میں یہ آخری دلیل
قائم رہے کر دوسرے تمام دلائل کو ابھارتی رہے۔ اور امام ابو حنیفہ
کا نام لینے والوں کے لئے ڈاڑھی رکھنے کے مسئلہ میں کسی

Marfat.com

حیلہ بہانہ کی گنجائش نہ رہے۔

گو ایسے لوگوں کے لئے جو ترک عمل کی ٹھان کر بے عملی کی حجتیں مہیا کرنے کی فکر میں لگے ہوتے ہوں وجوب فرضیت تو بجائے خود ہے خدا کی آواز اور اس کا بالمشافہ حکم سنا دینا بھی کافی نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود انہی کے نفس کا تقاضا ہی کسی غرض سے مہویا بے نفسی پیدا نہ ہو جائے۔ اس لئے دلیل کی کوئی بھی طاقت انھیں متاثر یا مطمئن نہیں کر سکتی۔ تاہم سوال موصول ہونے پر اپنا فرض بھی سمجھا گیا کہ تا بحد امکان اس مسئلہ کی موجہ طریق پیش کر دیا جائے اور مخالفین کی حجتوں کو اسکا کافی جواب تک قطع کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ بد عملی کے لئے کوئی معقول عذر باقی نہ رہے۔ اگر آج نہیں تو ممکن ہے کہ کل ان میں قبول و تسلیم کے رجحانات پیدا ہو جائیں۔ ورنہ ان مذبذب لوگوں کے راہ یقین پر آجانے کی تو اغلباً توقع ہے جو شک انداز یوں سے شکوک و شبہات کا شکار بنا دیئے گئے ہیں مگر بہ تصدیق دل اس دلدل سے نکل آنے کے خواہشمند ہیں۔ اور یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنا فرض تو ادا کر دیا گیا جو ایسے سوالات و استفسارات کے وقت ذمہ پر عائد ہوتا تھا۔

Marfat.com

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّۃٌ مِّنْہُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰہُ مُہْلِکُہُمْ اَوْ مُعَذِّبُہُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَۃً اِلٰی رَبِّکُمْ وَلَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ۔

اور ان میں سے ایک جماعت نے کہا تم اس قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جسے اللہ تعالیٰ ہلاک کرنیوالا یا عذاب شدید دینے والا ہے انھوں نے جواب دیا تاکہ ان کے پروردگار سے معذرت کی جاسکے اور شاید کہ وہ لوگ باز آجائیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ

Marfat.com

۷۸۶

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ الخ

ترجمہ

جز ایں نیست کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ
اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں

المیسر

قرآن شریف واحادیث کی روشنی میں مروجہ کھیلوں کے احکام معلوم
کرنے کے عام فہم اصول اور طریقے جوئے کی حقیقت پر بصیرت افروز رسالہ

رشحۂ قلم

حضرت مولانا حافظ قاری مشرف علی صاحب تھانوی

ناشر

ادارۂ عثمانیہ رجسٹرڈ ۲۲ [illegible] انار کلی لاہور

(پنجاب نیشنل پرنٹنگ پریس لاہور)

Marfat.com

حرف اوّل

زیر نظر رسالہ، مولانا حافظ قاری مشرف علی صاحب زیدت مکارمہم کی تالیف ہے۔ مولانا موصوف، عالمی شہرت رکھنے والے علمی خاندان کے ایک اہم رکن اور موجودہ دور کے مشہور عالم حضرات مولانا مفتی محمد احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم مفتی اعظم جامعہ اشرفیہ لاہور کے خلف اکبر وارشد ہیں اور اس بات کی شاید ضرورت نہ ہو کہ حضرت مفتی صاحب موصوف حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص اعزہ میں سے ہیں۔ مولانا ئے محترم نے اس رسالہ میں جوئے اور شطرنج کی تعریف اور ان دونوں سے متعلقہ مسائل کو وضاحت اور دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تحقیق طلب حضرات اس مختصر رسالہ کو متعلقہ مسائل میں اطمینان بخش پائیں گے۔

شوقی الاسعدی

دار العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ) لاہور

۲۱ فروری ۱۹۶۴ء

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْمَیْسِرُ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

میسر اور قمار کی تعریف

میسر اور قمار یہ دو لفظ اصطلاح شریعت میں کسی ایسے معاملہ کیلئے مستعمل ہیں جسمیں نفع اور نقصان مبہم ہوں یعنی جن دو افراد کے درمیان معاملہ ہے انہیں یہ پتہ نہ چل سکے کہ کس کا نفع ہوگا اور کسکا نقصان۔ یا ایک ہی شخص کے حق میں نفع و نقصان کا علم نہ ہو سکے مثلاً چند آدمی ملکر یہ صورت بنائیں کہ چند کاغذ لیکر ان پر نمبر ڈالدیں اور گولیاں بناکر ایک جگہ جمع کر دیں پھر یہ شرط لگائیں کہ جسکا فلاں نمبر ہوگا وہ اتنے مال یا اتنے روپے کا مالک ہوگا اور فلاں نمبر والا محروم ہے اس کا کوئی حصہ نہیں اور فلاں نمبر والا اتنے کا مالک ہے غرض ایسے ہی نمبر مقرر کر کے قسمت آزمائی کرنا یا وہ معاملہ جس میں ایک کا نفع دوسرے کے نقصان کو مستلزم ہو یعنی دو شخصوں میں جب اس قسم کا معاملہ ہو جسمیں

Marfat.com

ایک کا مال دوسرے کے پاس جانے کا امکان ہو اور دوسرے کا مال اس کے پاس آنے کا امکان ہو۔ گویا طرفین کا مال خطرہ میں پڑ جائے اس کا نام میسر ہے (شامی ج ۵ ص ۲۵۵) ابن سیرینؒ کا قول ہے کل شی فیہ خطر فھو لمیسر یعنی جس معاملہ سے مال خطرہ میں پڑ جائے وہ میسر ہے ان سب صورتوں کو اصطلاح شریعت میں میسر اور قمار کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اردو میں اس کو شرط بدھنا اور جوا کھیلنا کہتے ہیں۔ اس کی متعدد صورتیں رائج ہیں۔ قریب قریب ہر ملک میں کیا بلکہ ہر شہر میں بے شمار صورتوں میں قمار یعنی جوا کھیلا جارہا ہے اور تقریبا اس کا ابتلاء اتنا عام ہو چکا ہے کہ لوگوں کے اذہان اس طرف توجہ بھی نہیں کرتے کہ اسکا حکم شرعی کیا ہوگا گویا یہ لوگوں کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے یہی وجہ ہے کہ اب اگر اس کا حکم کسی کو معلوم بھی ہو جائے تو وہ اپنی طبیعت سے اتنا مجبور ہو چکا کہ حکم معلوم ہوتے ہی بجائے اسکے کہ طبیعت کو شرعی حکم کے تابع بنائیں اور بری عادت سے بچنے کی سعی کریں الٹا حکم شرعی میں حیلہ و تاویلات کی تلاش میں مصروف ہو جاتے ہیں علماء کو اس پر مجبور کرتے ہیں کہ اب اسکو جائز کہو اور پرانی حکایتیں ہمارا دین اور پرانا قانون سب نئے رنگ میں تبدیل کرو معاذ اللہ۔ بہرکیف آغاز سخن یہ تھا کہ قمار کی بے شمار شکلیں رائج ہیں مگر لوگ انکے احکامات سے غافل ہیں اس لئے زیر قلم مضمون کی ضرورت پڑی اس کی جتنی صورتیں ہیں ان سب کو علیحدہ علیحدہ شمار کرکے اگر حکم بتایا جائے تو شاید اس مضمون کے

Marfat.com

طول کو شب ہجر یا شیطان کی آنت سے تشبیہ دینی پڑے اقول تو ناممکن ہے کیونکہ دور اتنا جدت پسند ہو چکا کہ جس کا تصور بھی بعید سا معلوم ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ ہر دن ایک نیا کھیل جنم لیتا ہے اور یہ نیا کھیل اگرچہ کسی پرانے کھیل کے بالکل ہی مشابہ کیوں نہ ہو لوگ پہلے کھیل کا حکم دوسرے کیلئے تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس نئے کھیل کو حکم شرعی سے آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔ احکامات شرعیہ کو یہ کہہ کر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جاتا ہے کہ یہ سب احکامات پہلے کھیلوں کیلئے ہیں جو کھیل ہم کھیلتے ہیں نہ یہ کھیل پہلے تھا نہ اس کا حکم شریعت میں موجود ہے جب تمام کھیلوں کا علم ممکن نہیں تو انکا علیحدہ علیحدہ حکم معلوم کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی قاعدہ کلیہ اور قانون کلی ایسا معلوم ہو جائے کہ اسکو بمنزلہ کسوٹی کے بنا کر ہر کھیل کو اس پر پرکھا جائے تو شاید ہر کھیل کا حکم معلوم ہو سکے کیونکہ وہ کسوٹی کسی ایک کھیل کیلئے تو ہوگی نہیں کہ اس کے پرانا ہونے سے یہ کسوٹی بھی پرانی ہو جائے بلکہ وہ تو ہر کھیل کے لئے نئی ہی ہوگی اور ہر آنے والے کھیل کو پرکھ کر اس کا جواز و عدم جواز متعین کر دے گی کیونکہ وہ ایک قانون ہے اور قانون و اصول کسی ایک کام کے لئے نہیں مرتب ہوتا بلکہ تدوین قوانین کے وقت سے

Marfat.com

اس وقت تک جب تک اس اصول کا تقاضا ہے ہر فعل کا حکم بتانے میں بطور مستقل ہوتا ہے۔ مروجہ دور حاضرہ کھیلوں کا حکم معلوم کرنے کے لئے یہ تین اصول متعین ہیں:-

اصولِ اوّل قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ۔ اِلیٰ فَاجْتَنِبُوْہُ پ ۷ ع ۲۔ ترجمہ۔ یقیناً شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تمکو فلاح ہو۔ اسمیں لفظ میسر عام خاص ہے کھیلوں کے لئے وہ ہے کسوٹی اور اصول جس کی وضاحت پہلے گذر چکی کہ ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں جسمیں ایک مال دوسرے کے پاس جانیکا امکان ہو اور دوسرے کا مال اس کے پاس آنے کا امکان ہو (شامی ج ۵ صفحہ ۳۵۵) یعنی کھیل میں اس قسم کی شرط لگائی جائے جس سے طرفین کا مال خطرہ میں پڑ جائے۔ یہاں ایک بات یہ قابل ذکر ہے کہ اس شرط کا دو طرف سے ہونا شرط ہے کھیل کے دوران اس شرط کی وجہ سے دونوں اپنے مال پر اعتماد نہ کر سکیں بلکہ ہر ایک کے لئے نفع اور نقصان دونوں پہلو برابر ہوں یہ صورت میسر میں داخل ہو گی اور اس کا بدلول قطعاً حرام ہوگا۔ در مختار میں ہے

Marfat.com

وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قماراً (شامی ج ۵ ص ۳۵۵) یہ ایک کسوٹی ہے اب اس پر تمام کھیلوں کو پرکھتے جائیے جس کو جتنی مناسبت ہوگی اس پر اتنا حکم لگ جائے گا جس طرح جائز ہیں شقوق ہیں ایسے ہی ناجائز ہیں بھی شقوق ہیں (مکروہ تحریمی مکروہ تنزیہی حرام قطعی) میسر صریح حرام ہے اب اس سے جس کھیل کو جتنی مناسبت ہوگی اس پر اتنا ہی حکم لگ جائے گا۔ اگر کم مناسبت ہے تو مکروہ تنزیہی زیادہ ہے تو مکروہ تحریمی بالکل عینیت ہے تو حرام ہوگا۔ مگر یہ تمیز اور فرق بہ وجہ دور گذشتہ کھیلوں میں تو دور گذشتہ کے علماء کے اقوال و تشریحات کا محتاج ہوگا۔ اور دور حاضر کے کھیلوں میں دور حاضر کے علماء اکابرین کے سپرد ہے عوام میں کوئی اس کا مجاز نہیں کہ اپنے فہم سے فرق نکال کر حکم لگا دے بلکہ ہر آدمی کو علماء اکابرین کے فیصلہ کا متبع ہونا ضروری ہے۔

اصول ثانی کھیلوں کے ناجائز ہونے کا مدار ایک تو اس آیت پہ ہے اس کے علاوہ ایک اصول یہ ہے کہ ہر وہ کھیل جو انسان کو اتنا مشغول کرتا ہو کہ اس میں منہمک ہوکر آدمی نماز روزہ (عبادت الہیہ) سے غافل ہو جائے وہ بھی ناجائز ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

Marfat.com

ما الہاک عن ذکر اللہ فہو المیسر (ہدایہ آخرین ص۴۷۵)

بیہقی میں ہے من طریق عبید اللہ بن عمر قلت للقاسم ھذا لا النرد یکرھونھا فما بال الشطرنج قال کل ما الہی عن ذکر اللہ فہو المیسر (بیہقی) اس کلیہ کے تحت جو کھیل ایسے داخل ہوتے ہیں جن کا خاصہ ہی غفلت عن العبادات ہے وہ تو بالکل ناجائز ہونگے اور جن کھیلوں کا خاصہ تو نہیں ہے یعنی وہ کھیل تو اتنے دلچسپ اور طویل نہیں ہوتے کہ ان میں مشغول ہوکر آدمی نماز اور سلام کے جواب وغیرہ سے غافل ہو جاتے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوجائے تو وہ بھی ناجائز ہوں گے مگر ان کے کھیلنے پر اتنا گناہ نہ ہوگا جتنا ایسے کھیل پہ ہوتا ہے جس کے متعلق بدیہی طور پر یہ معلوم ہو کہ اس کی دلچسپی نماز وغیرہ سے غافل کر دیتی ہے۔

اصول ثالث جس طرح کسی کھیل کے جواز و عدم جواز میں گزشتہ دو اصولوں کا دخل ہے ایسے ہی اس تیسرے اصول کو بھی جواز و عدم جواز میں پورا پورا دخل ہے یعنی اس پر کھ کر بھی جائز یا ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے وہ اصول ہے۔ تشبہ بغیر المسلمین۔ حدیث شریف میں ہے

من تشبہ بقوم فھو منھم آہ۔ یعنی جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ کرے گا وہ انہیں میں سے شمار کیا جائے۔ اب اس کلیہ کے تحت جیسے مذہب میں تشبہ اختیار کرنا عادات اخلاق میں تشبہ اختیار کرنا طرز رہائش اور لباس وغیرہ میں تشبہ اختیار کرنا داخل ہیں ایسے ہی کھیلوں میں تشبہ اختیار کرنا بھی داخل ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم عربی کمان لئے ہوئے تھے آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ فارسی کمان سے کھیل رہا ہے فرمایا۔ ماھذہ وعلیکم بھذہ واشباھھما الحدیث (امداد الفتاوے ج ۴ صفحہ ۲۴۳) معلوم ہوا کہ کھیلوں میں بھی تشبہ بغیر المسلمین غیر پسندیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس اصول کے تحت فقط کراہت ثابت ہوتی ہے حرمت نہیں اس اصول کے تحت بھی دیکھنا پڑے گا کہ جس کھیل میں غیر مسلموں سے جتنی مشابہت ہوگی وہ اتنا ہی قبیح ہوگا۔ یہ تین اصول ہیں اب ان تینوں کو ملا کر ہر کھیل کو پرکھتے جائیے مثلاً اگر کھیل میں غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ ہے تب بھی وہ ناجائز ہوگا اور اگر تشبہ تو نہیں مگر اس کا خاصہ ہے غفلت عن العبادۃ کہ اس میں منہمک ہو کر نماز روزہ کا خیال نہیں رہتا تب بھی وہ

ناجائز ہوگا۔ اور اگر یہ بات بھی نہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ اسمیں اصول اول تو نہیں پایا جاتا یعنی شرط اور جوا تو نہیں اگر جوا ہوگا تو اصول اول کے تحت میسر کا مدلول حکمی بنے گا اور ناجائز ہوگا۔

یہاں تک تو کھیلوں پر حکم لگانے کے لیئے ان کے اصولوں کا تعین ہوا اب سنیئے کہ اصول اوّل یعنی قمار و میسر کے مرتکب کا کیا حکم ہے اور وہ عبارات جو بعض کھیلوں کو صراحتہ میسر میں داخل کرتی ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟

اعتقاد اور عمل میں فرق قمار اور میسر جو حکماً حرام قطعی ہیں انکا مرتکب مرتکب کبیرہ ہوتا ہے جیسے اور معاصی سے اجتناب ضروری ہے ایسے ہی اس سے بھی اجتناب ضروری ہے اور اگر مرتکب ہوا ہو تو توبہ ضروری ہے اسکو اعتقاداً جائز سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور نص قطعی کا منکر کافر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

دعوت عمل جیسے اس فعل کا ارتکاب حرام ہے ایسے ہی کسی کو اس کے ارتکاب کی رغبت

Marfat.com

المیسر

دلانا اور دعوت دینا بھی ناجائز ہے حدیث میں آتا ہے۔

من قال لصاحبہ تعال اقامرک فلیتصدق یعنی اگر کسی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسکو چاہیے کہ مال خیرات کرے کیونکہ اول تو اس دعوت سے ہی دعوت دینے والا ایک گناہ کا مرتکب ہو گیا اگرچہ ابھی عمل نہ کیا ہو تو اس گناہ کی تلافی کے لئے صدقہ کرے دوسرے صدقہ کا حکم اس لئے بھی ہے کہ قرآن کی آیت سے خمر اور میسر دونوں کا نجس ہونا معلوم ہوتا ہے چنانچہ آیت میں رجس کا لفظ موجود ہے جس کی تفسیر قاضی بیضاوی نے قذر سے کی ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جس سے عقل سلیم نفرت کرے۔ تو کیونکہ یہ نجس ہیں اور نجس چیز کے اپنانے سے آدمی خود نجس ہو جاتا ہے اس لئے طہارت کی ضرورت ہے اور صدقات و خیرات بھی ایک گونہ ذریعہ طہارت بنتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے ارشاد باری ہے۔ خذ من اموالہم صدقۃ تطہرھم وتزکیہم بہا۔ ترجمہ: لوگوں کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے کہ ان کو پاک کر دیں اور اس سے صفائی پیدا کر دیں۔

Marfat.com

اور حدیث شریف میں بھی کئی جگہ ہے۔ پھر کیف کیونکہ اس دعوت دینے سے یہ نجس ہو گیا تھا اور صدقہ ذریعہ طہارت ہے اس لئے فرمایا کہ صدقہ کرے تاکہ اس سے طہارت حاصل ہو۔

عموم عبادت کا مطلب

جو عبارات بعض کھیلوں کو صراحتہً میسر میں حکماً داخل کرتی ہیں جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے الشطرنج من المیسر یا جیسے ائمہ تابعین عطاء مجاہد۔ طاؤس وغیرہم کا ارشاد ہے کل شیء من القمار فھو من المیسر حتی لعب الصبیان بالجوز۔ یعنی ہر کھیل جس پہ قمار کا اطلاق ہو سکتا ہے جس کو جوا کہا جا سکتا ہے وہ میسر کے مصداق میں داخل ہے حتی کہ یہ بچوں کا کھیل بھی جو وہ اخروٹ سے کھیلتے ہیں (احکام القمار) یہ اقوال یا ایسے ہی اور بہت سے اقوال زر وضاحت طلب اور تحقیق طلب ہیں۔ بغیر وضاحت کے ان کو ان کے عموم پہ چھوڑ دینا ان بنیادی ان اصولوں کے خلاف ہو گا جو پہلے گزر چکے اس لئے وضاحت کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس عنوان کے تحت سب سے پہلے

Marfat.com

شطرنج کے میسر میں داخل ہونے کا قول مذکور ہے اسلئے پہلے شطرنج کا حکم سن لیں پھر ائمہ کے قول کا مطلب عرض کر دیا جائے گا۔

شطرنج اور نرد شیر شطرنج اور چوسر کے متعلق تو فقہا کا فیصلہ ہے کہ یہ حرام ہیں کیونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من لعب بالشطرنج والنردشیر فکانما غمس یدہ فی دم الخنزیر (ہدایہ آخر ص ۴۷۵) ترجمہ شطرنج اور چوسر کھیلنے والا گویا کہ اس کے ہاتھ دم خنزیر میں بھرے ہوتے ہیں کیونکہ الفاظ میں عموم ہے اس لئے حرمت ہر حال میں ہو گی خواہ مع القمار ہو یا بلا قمار تفسیر احمدی میں ایک مقام پر اسکی وضاحت سے لکھا ہے وان کان بدون القمار فالنرد حرام بالاجماع والشطرنج حرام عندنا (تفسیر احمدی) شطرنج کے ساتھ عندنا کی قید اس لئے لگائی کہ اس میں ائمہ اربعہ کا اتفاق نہیں جیسا کہ آگے آجائے گا اور چوسر میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے سب کے نزدیک حرام ہے۔ شطرنج کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا

Marfat.com

وہ قول جو اوپر ذکر کیا گیا ہے اپنے عموم کی وجہ سے شطرنج کی تمام مروجہ صورتوں پر مشتمل ہو گا خواہ مع القمار ہوں یا بلا قمار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول اور مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک جگہ سے گذر ہوا وہاں کچھ لوگ شطرنج کھیل رہے تھے دیکھ کر فرمایا ماھذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون (غایۃ البیان) کیونکہ شطرنج میں بادشاہ وزیر رخ فرزیاں وغیرہ سب ہی بتوں کی شکل میں ہوتے ہیں اس لئے ان کو تماثیل سے تعبیر فرمایا کہ گویا یہ بھی حکماً بت ہی ہیں اسلئے بھی ان سے کھیلنا منع ہے۔

اتفاق مسالک شطرنج کا یہ حکم فقط حنفی مسلک میں ہی نہیں بلکہ مالکی اور حنبلی مذہب میں بھی یہی حکم ہے البتہ امام شافعی کے نزدیک بلا قمار یعنی اس صورت میں کہ جب اس پر جوا نہ لگایا جائے باقی ائمہ کیطرح حرام نہیں۔ ہاں مکروہ وہ بھی کہتے ہیں لیکن اس قول میں ان کے یہاں بھی ایک شرط ہے کہ قاعدہ ثانی اس پر عائد نہ ہوتا ہو یعنی نماز اور جواب سلام وغیرہ سے غافل نہ کرے تو حرام نہیں مگر مکروہ پھر بھی ہے اور اگر اس قاعدہ کے تحت آجائے تو انکے

Marfat.com

نزدیک بھی حرام ہے (امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۲۹) بہر کیف اوّل تو ائمہ سب ہی متفق ہیں اور اگر یہ اختلاف مدنظر بھی ہے تو اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ ایک مجتہد کے مقلدین دوسرے مجتہد کا اقتدار نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر کسی مجتہد کا کوئی قول دوسرے مجتہد کے مقلدین اجماعی صورت میں قبول کر لیں تو یہ قول اب اسکا ہو کر ان کے لئے واجب التقلید ہو گا غرض خواہشات نفسانی کا اتباع کرتے ہوئے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک امام کے نزدیک تو حرمت نہیں اس لئے ہم اس مسئلہ میں انکی تقلید کرتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے ائمہ کا یہ اختلاف فقط شطرنج کے متعلق ہے نردشیر یعنی چوسر میں یہ اختلاف نہیں بلکہ اسکی حرمت پر اتفاق اور اجماع ہے جیسا کہ تفسیر احمدی کی عبارت سے واضح ہے ان دلائل سے شطرنج کے احکام اور اس کی نوعیت خوب واضح ہو گئی ہو گی طوالت کے ڈر سے فقہا کے اقوال نقل نہیں کئے زیادہ وضاحت درکار ہو تو امداد الفتاوی جلد ۴ ص ۲۲۹۔ بیضاوی شریف پارہ ہفتم آیت "یایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر الخ کی تفسیر۔ ہدایہ آخرین ص ۴۷۵۔ شامی ص ۳۵۵ جلد خامس ملاحظہ فرمائیں۔ نیز اس

Marfat.com

سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم کا ایک رسالہ "احکام القمار" ہے اسکو مطالعہ میں رکھیں شطرنج کیونکہ صراحتہً قمار اور میسر میں داخل ہے اور آیت مذکورہ کا مدلول حکمی ہے اس لئے پہلے اسی کی تفصیل ذکر کی گئی اب سنئے فقہائے تابعین کی عبارت کا مطلب۔

اقوال ائمہ کا مطلب

کل شئی من القمار فھو من المیسر حتی لعب الصبیان بالجوز۔ یعنی ہر وہ کھیل جس میں جوا اور شرط بین الطرفین پائی جائے وہ میسر کا مدلول ہے حتی کہ بچوں کا وہ کھیل جو اخروٹ یا بادام وغیرہ سے کھیلا جاتا ہے۔ یہ عبارت یا ایسے ہی اور اقوال جن سے کھیلوں کی حرمت عمومی طور پر معلوم ہوتی ہے ذرا وضاحت طلب ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں بچے اخروٹ وغیرہ کا کھیل بغیر شرط بدے اور جوا رکھے نہیں کھیلتے تھے جیسے آجکل بھی اکثر جگہ بچے اخروٹ وغیرہ سے اس طرح کھیلتے ہیں کہ جیت نے والا اکثر تمام اخروٹ جیت کر لیجاتا ہے اور اس طرح یہ جوئے بازی بجلسئے پیسوں کے اخروٹ یا گولیوں کی شکل میں پوری ہوتی

Marfat.com

ہے اس جوئے بازی کی وجہ سے یہ کھیل اصول اول کا مدلول حکمی بنیں گے اور میسر کے حکم میں شامل ہوں گے مذکورہ عبارت سے بھی یہ حکم اسی وجہ سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت میں تصریح ہے کہ قمار والے کھیل ہیں وہ میسر کا مدلول ہیں۔

ہاں اگر کوئی جوا نہ رکھے بلکہ ویسے ہی تفریح طبع کے لئے کھیلے تو میسر کے حکم سے تو نکل جائے گا۔ اب دیکھنا یہ ہوگا کہ اصول ثانی کے تحت تو مندرج نہیں ہوتا اس میں یہ خاصیت تو نہیں کہ نماز اور اسلام کے جواب سے غافل کر دے اگر یہ خاصیت بھی نہیں یا کھیلنے والا خود اس کی طرف اتنا مائل نہ ہو بلکہ نماز کا بھی خیال رکھے اور سلام کے جواب کا بھی۔ تو اس اصول سے بھی نکل جائے گا۔ اب تیسرا اصول اور باقی رہا کہ یہ کھیل غیر مسلموں کے کھیلوں سے مشابہت تو نہیں رکھتا یا ان کا کھیل تو نہیں ہے اگر ان کا کھیل ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ ابھی تک ان کے ساتھ خاص ہے یا نہیں اگر بالکل ان کے ساتھ خاص ہے تو مشابہت کلی ہے اس لیے بالکل ناجائز اور مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر مسلمانوں میں اس کا ابتلاء ہو چکا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ ابتلاء کم ہے یا زیادہ کم ہے تو کراہت زیادہ ہوگی زیادہ ہے تو کراہت کم ہوگی۔ اگر ان سے مشابہت بھی نہیں اور ایسا کھیل ہے

Marfat.com

کہ ہے بھی خالص مسلمانوں کا غافل کرنے والا بھی نہیں اس پر شرط بھی نہیں لگائی جا رہی تو جائز ہوگا مگر اس کے باوجود بھی زیادہ وقت اس میں برباد کرنا تضییع وقت ہوگا۔ اس طویل بحث کا حاصل یہ ہے کہ فقہائے تابعین کی عبارت میں جو عموم ہے جس سے ہر کھیل میسر کا مدلول حکمی معلوم ہوتا ہے وہ محض اسی لئے کہ ان کے زمانہ میں کھیل بغیر شرط بدھے نہیں کھیلے جاتے ہوں گے ورنہ اس قسم کا اطلاق عموماً سوائے شطرنج و چوسر کے اور کسی کھیل کے بارے میں نہیں آیا۔ اور اخروٹ وغیرہ کا کھیل کیونکہ ہوتا ہی ہار جیت کے ساتھ ہے اسے کوئی بغیر ہار جیت کے کھیلتا ہی نہیں اس لیے اس کو ان فقہائے صراحتہً میسر کا مدخول بنایا ہے۔ ہاں اگر کوئی بچہ بغیر ہار جیت کے کھیلے گا تو اس کا میسر کے حکم میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ عبارت میں ہے۔ کل شیئ من القمار فہو من المیسر یعنی جو قمار کا فرد ہوگا وہ میسر کا مدخول ہے اور یہ کھیل بطور مثال ذکر کیا ہے جس سے وضاحت ہو گئی کہ اگر قمار کا مصداق ہوا تو میسر کے حکم میں ہوگا۔ تو جب بلا شرط رکھے قمار کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی تو میسر کی کس طرح آسکتی ہے خلاصہ یہ نکلا کہ کھیلوں کے جواز و عدم جواز کا مذکورہ اصولوں پر ہی ہے علمائے

Marfat.com

اور فقہاء کے جو اقوال عمومی طور پر بعض کھیلوں کو میسر شمار کرتے ہیں وہ بھی اپنے ہاں کے رواج کی وجہ سے کیونکہ نصوص میں سوائے شطرنج کے اور نرد شیر کے اور کوئی کھیل مذکور نہیں۔

مگر کیونکہ لہو و لعب کی حدیث میں ممانعت آئی ہے قرآن شریف میں بھی مذمت آئی ہے اس لئے ہر کھیل ممنوع ہوگا حدیث شریف میں فقط تین کھیلوں کی اجازت دی گئی ہے۔ کل شیی من لهو الدنیا باطل الا ثلثه انتضالك بقوسك وتادیبك فرسك وملاعبتك اهلك فانهن من الحق (رواہ الحاکم فی مستدرکہ) یعنی دنیاوی کھیل ان تین کھیلوں کے علاوہ سب باطل ہیں۔ کمان سے مشق کرنا۔ گھوڑے کو ادب سکھانا بیوی بچوں کے ساتھ کھیلنا کیونکہ یہ حقوق میں سے ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کھیل وہ جائز ہیں جو ادائیگی حقوق کے سبب بن رہے ہوں کہ ان سے حقوق العباد ادا ہوں یا حقوق اللہ چنانچہ پہلی دو چیزیں کمان سے مشق کرنا۔ اور گھوڑے کو طریق حرب سکھانا تو جہاد کے لیے معین ہے اور جہاد حق اللہ ہے چنانچہ جس دور میں جو بھی آلات حرب ہوں گے ان کے طریقے سیکھنا یا ایسے کھیل کھیلنا جو ان کے طریقوں میں معین ہوں جائز ہوں گے مگر چند شرطیں

Marfat.com

ہیں۔ کھیلتے وقت یہ نیت ہو کہ شاید یہ طریقہ کام آجائے۔ جوا نہ لگایا جائے عبادات سے غفلت نہ ہو۔ غیر مسلموں سے تشبہ نہ ہو چنانچہ شطرنج، تاش، اخروٹے وغیرہ کھیلوں کی کتب فقہ میں تصریح موجود ہے جن سے ان کا عدم جواز ثابت ہو جاتا ہے۔

حدیث میں تیسری چیز حقوق العباد سے متعلق ہے کیونکہ گھر میں خوش اخلاقی کا ثبوت دینا حقوق العباد میں سے ہے بیوی سے اچھا برتاؤ کرنا اس کے حقوق میں سے ہے اولاد سے حسن سلوک کرنا ان کے حقوق میں سے ہے ماں باپ کا ادب کرنا وغیرہ سب حقوق اہل خانہ میں داخل ہے اور حقوق العباد کا ایک فرد ہے ملاعبت اہل کے معنیٰ ہیں اگر اس کے معنی کھیل کے ہی لیے جائیں تب بھی کوئی قباحت نہیں کیونکہ کبھی بیوی بچوں سے مزاح وغیرہ کرنا بھی ان کے حقوق ہیں۔ بہر کیف یہ تینوں چیزیں کھیل کی حیثیت سے جائز نہیں حقوق ہونیکی حیثیت سے جائز ہیں۔ واللہ اعلم۔

پہلے بھی عرض کیا تھا کہ تمام کھیلوں کا علیحدہ علیحدہ حکم بتانا کار یست دارد کا مصداق ہے اس لیئے اختصار کے ساتھ اصول و ضوابط عرض کر دیئے۔ جن کو کسوٹی بنا کر ہر کھیل کو پرکھ لیجیے حکم معلوم ہو جائے گا۔

Marfat.com

شرط کا لفظ جو بار بار استعمال کیا جا رہا ہے اس سے
نوٹ :- دو طرفہ شرط مراد ہے یعنی اگر کھیل میں ایسی شرط
لگائی جائے کہ کھیل میں اگر میں ہارا تو میں اتنے روپے ادا کروں گا اور
تم ہارے تو تم کو ادا کرنے ہوں گے یہ حرام ہے اور اگر ایک طرفہ
شرط ہو مثلاً کوئی کہے کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو اگر ہمیں ہرا دیا تو
تم کو اتنا روپیہ دیں گے یہ جائز ہے کیوں کہ یہ شرط ہی نہیں
بلکہ ایک انعام ہے۔

جتنے کھیل رائج ہیں ان میں مجموعی طور پر چند خرابیاں ہیں وہ یہ کہ
جب ان کی نمائش یعنی میچ ہوتا ہے تو اس کو دیکھنے عورتیں بھی جاتی
ہیں جبکہ عورتوں کا مذہبی اور دینی جلسوں میں شریک ہونا بھی
ممنوع ہے تو اس قسم کی واہیات میں ان کی شرکت کیا جائز
ہوگی نیز اس سے ہماری ماؤں، بہنوں کی عصمتیں برباد ہوتی ہیں
اکثر بدطینت لوگ گھورتے ہیں آوازے کستے ہیں۔

ایسے مواقع میں سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں جمع ہوتے ہیں جن
کا وقت بھی برباد ہوتا ہے اور پیسہ بھی۔ پیسہ لگا کر تو اس آیت کے
مصداق بنے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث
لیضل عن سبیل اللہ۔ اور وقت صرف کرکے اپنا کاروبار

Marfat.com

خراب کیا۔ اگر یہی وقت دکان پر خرچ ہوتا تو دنیا کا نفع ہوتا نماز پڑھنے میں قرآن پڑھنے میں صرف ہوتا تو دین کا نفع ہوتا اور وہاں خرچ کر کے کیا ملا۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اب ختم کرتا ہوں دُعا کریں کہ جو کچھ لکھا گیا ہے صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور نافع بنائیں اور اگر اسمیں کوئی بات خلاف شرع ہو تو اللہ تعالیٰ احقر کو محفوظ رکھیں اور ہر دیکھنے والے کو بھی۔ نیز عرض ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں شبہ ہو تو عُلماء سے معلوم کر لیں میرے لکھے ہوئے پر حرف زنی کی ضرورت نہیں صحیح ہو قبول کر لیں ورنہ ردّی میں ڈال دیں۔

واللہ اعلم بالصواب

خادم دین
احقر مشرف علی تھانوی
(۱۰ $\frac{۱۲}{۹۱}$)

Marfat.com

چند قابلِ مطالعہ کتابیں

	پیسے		روپے
شانِ رسالت	۲۵	/	۱
نظریہ دو قرآن	۰	/	۲
فضائلِ رمضان	۹۴	/	۰
فضائل نماز	۵۰	/	۱
فضائل صدقات حصہ اوّل	۰	/	۴
فضائل صدقات حصہ دوم	۵۰	/	۴
فضائل حج غیر مجلّد	۰	/	۳
فضائل ذکر	۰	/	۲
فضائل قرآن	۷۵	/	۰
حکایات صحابہ مجلّد	۲۵	/	۳
حکایات صحابہ غیر مجلّد	۶۴	/	۲
تعلیمات امام اہلسنت	۵۶	/	۰
اعمالِ قرآنی	۱۳	/	۱
اشتراکیت اور اسلام	۲۵	/	۰
معلم الدین قسم اوّل	۰	/	۳
معلم الدین قسم دوم	۰	/	۲

Marfat.com

	پیسے		روپے
اصول اسلام مجلّد	۷۵	۶	۱
مقام حیات قسم اول	۰	۶	۵
مقام حیات قسم دوم	۵۰	۶	۳
آسمانی فیصلے	۷۵	۶	۱
چھ باتیں	۳۱	۶	۰
چھ باتیں ترمیم لو	۳۷	۶	۰
جزاء الصالحین	۲۸	۶	۰
صفائی معاملات	۵۰	۶	۰
مسلمان بیوی	۵۰	۶	۱
عالم برزخ	۰	۶	۱
اسباب فساد امت	۵۰	۶	۱
احسن الحدیث	۷۵	۶	۰
مسالک العلماء	۰۰	۶	۳
عقائد علماء دیوبند	۶۵	۶	۰

نوٹ:- ہر قسم کی دینی علمی تاریخی۔ درسی کتب کے علاوہ تاج کمپنی کے قرآن وغیرہ بھی آرڈر بھیج کر ادارہ سے منگوا سکتے ہیں۔

ادارہ عثمانیہ (رجسٹرڈ) ۴۴ بیرون بازار پرانی انارکلی لاہور

Marfat.com

دوماہی سلسلہ مطبوعات

سُبحانَ مَن زَیَّنَ الرِّجالَ بِاللُّحیٰ
پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھیوں سے زینت بخشی!

ڈاڑھی کی شرعی حیثیت

تہذیب جدید کی ڈاڑھی کے برخلاف مہم پر
دین فطرت کی ایک کاری ضرب

افاضات

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ
مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر

ادارۂ عثمانیہ رجسٹرڈ ۲ امین بازار پرانی انارکلی

Marfat.com